امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 63/73 — مورخہ ۱۷ شوال المکرم ۱۴۴۴ھ مطابق ۸ مئی ۲۰۲۳ء روز سوموار — شمارہ نمبر 17

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ بچوں کے ساتھ شفقت ومحبت سے پیش آیئے
■ مصروفیت اور فرصت کے پیمانے
■ حالات پر نظر رکھئے
■ دینی تعلیم سے بے توجہی؛ ایک لمحۂ فکریہ
■ ضروری مسائل سیکھ کر حج کی تیاری کریں
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

بین السطور

ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مغرب سے قربت اور اثر پذیری کی وجہ سے تمام قوموں میں ''ڈے کلچر'' نے رواج پالیا ہے، اس موقع سے ان دنوں کی یاد منائی جاتی ہے جو ہماری اچھی بری یادوں سے جڑی ہوتی ہیں، انہیں میں سے ایک یوم مزدور بھی ہے جو یکم مئی کو ہر سال منایا جاتا ہے، کل کارخانے بند رہتے ہیں، لیکن اس کا کوئی اثر مزدوروں کی زندگی پر پڑتا نظر نہیں آتا، کیوں کہ عملاً یہ صرف ایک دن کی فرصت ہے اور مزدور بہت سارے روز کمانے کھانے والے ہوتے ہیں، بندی سے انہیں یہ نقصان ہوتا ہے کہ ان کی ایک دن کی اجرت مارے پڑ جاتی ہے اور کبھی تو ان کے چولھے کے ٹھنڈے رہ جانے کی نوبت آجاتی ہے، اس دن کو منانے والے اگر اس دن مزدوروں کے لیے فلاحی اسکیموں کا انتظام کرتے، ان کی ضروریات کی کفالت کے لیے انہیں بونس دیتے، ان کے بچوں کی تعلیم کا فری نظم کروادیتے تو یہ دن مزدوروں کے لیے راحت رسانی کا ذریعہ بنتا اور اس دن کی افادیت سامنے آتی۔

ڈے کلچر میں یوم پیدائش (برتھ ڈے) یوم عروسی میرج ڈے، برسی، وغیرہ کا تصور عقل وخرد سے میل نہیں کھاتا، بدقسمتی سے مسلمانوں میں یہ کچھ زیادہ ہی رواج پاتا جارہا ہے، ذرا سوچیے پیدائش، شادی مرنے کا دن دوبارہ کس طرح آسکتا ہے، تاریخ آتی ہے، لیکن وہ دن کہاں سے آئے گا، وہ دن تو ایک ہی دن ہے، جب آدمی پیدا ہوا، مرا۔ چار شادی کرے گا تو زندگی میں شادی کا دن زیادہ سے زیادہ چار بار آسکتا ہے، یہی حال شب معراج کا ہے، شب معراج تو وہی ایک رات تھی، جس میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو ملأ اعلیٰ کی سیر کرائی گئی، ہمارا عقیدہ ہے کہ اب کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا، تو دوسری شب معراج کس طرح آسکتی ہے، لوگ تاریخ کو ڈے سے تعبیر کرنے لگے اور سارا جشن اسی عنوان سے منایا جاتا ہے، اس میں شرعی طور پر منکرات کا ارتکاب کیا جاتا ہے اور لاکھوں روپے فضولیات پر خرچ کیے جاتے ہیں۔

یوم مزدور امریکہ کے شہر شکاگو میں مئی 1886 میں سرمایہ دار طبقوں کے خلاف اٹھنے والی آواز کو دبانے کے لیے قتل وغارت گری کا جو بازار گرم ہوا اس کی یاد میں منایا جاتا ہے، اس حادثہ میں بم دھماکہ کی وجہ سے 7 پولیس اہل کار سمیت گیارہ افراد ہلاک ہوئے تھے، کئی کو قید کرلیا گیا، مقدمہ چلا، عمر قید کی سزا ہوئی، دار ورسن کا سامنا کرنا پڑا، اس حادثہ کے موقع پر ایک مزدور نے خون میں ڈوبا ہوا اپنا کپڑا لہرایا، یہ خونی کپڑا مزدوروں کے لیے حوصلہ مندی کا پیغام تھا، چنانچہ خونی رنگ ان کا علم بن گیا، نومبر 1987ء میں ایک مزدور نے پھانسی کے پھندے پر جانے سے پہلے نعرہ لگایا ''غریب انسانوں کی آواز بلند ہونے دو ورنہ ان کی تلواریں بلند ہوں گی''۔

یہ دن پہلی مرتبہ 1890 میں ریمنڈ لیون کی تجویز پر منایا گیا، اور مزدوروں نے اپنے حقوق کے حصول کے لیے احتجاج اور مظاہروں کے تسلسل کو باقی رکھا، اس تحریک کے نتیجے میں 1893 میں جن مزدوروں کو عمر قید کی سزا سنائی گئی تھی انہیں معافی دی گئی اور ان پر چلائے گیے مقدمہ کے لیے اظہار افسوس کیا گیا، روزانہ بارہ سے اٹھارہ گھنٹے کام کرنے کے بجائے آٹھ گھنٹہ کا وقت مقرر ہوا، جس سے مزدوروں کو بڑی راحت ملی، مختلف مہہ وسال میں مزدوروں کے جو مطالبات تسلیم کیے گیے ان میں ایک یوم ہفتہ کی تعطیل، مزدور یونین بنانے، ملازمت کا تحفظ، لیبر کورٹ کا قیام، خواتین مزدوروں کے دوران حمل رخصت کے حقوق کو تسلیم کیا گیا۔

ہندوستان میں بھی مزدوروں کے لیے قوانین موجود ہیں، لیکن اس قانون میں چار اہم ایسی خامیاں ہیں جس نے مزدوروں کے حقوق پر شب خوں مار دیا ہے، ان میں پہلی کمی یہ ہے کہ ایسے ادارے اور کمپنیاں جن کے یہاں ملازموں کی تعداد تین سو سے کم ہے وہ بغیر وجہ بتائے ادارے کو بند اور ملازموں کو برطرف کرسکتے ہیں، اس کے علاوہ چھوٹے اداروں میں پرونٹ فنڈ، گریجوٹی، انشورنس اور زچگی کی فوائد نہیں ملتے اور مالکان قانون کی رو سے اس کے پابند نہیں، جن اداروں میں لاگو ہوسکتے ہیں، ان کے مالکان بھی قانون میں بعض شرائط اور لچک کا فائدہ اٹھا کر واجبی حق کی ادائیگی سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔ اس قانون کی تیسری خرابی یہ ہے کہ دو ہفتے پہلے نوٹس دیے بغیر ہڑتال نہیں کیا جاسکتا، ہڑتال کی حمایت کرنے والوں کو سزا دینے کا طریقہ بھی رائج ہے، اس طرح یہ قانون مالکان، ٹرسٹیان اور شرکاء کے حق میں زیادہ مفید اور مزدوروں کے حق میں کمزور ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدوروں کی حالت زار کا مشاہدہ اور تجربہ خود مزدوری کرکے کیا تھا، اس لیے اسلام میں مزدوروں کے حقوق کی رعایت کے لیے خاص حکم موجود ہے، مٹی میں اَٹے مزدوروں کے ہاتھوں کی تعریف کرکے ان کی اہمیت بتائی گیی ہے، پسینہ خشک ہونے سے پہلے ان کی مزدوری کی ادائیگی کا فرمان جاری کیا گیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ'' مزدور کو اس کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دو، اس کو پھیرے نہ لگواؤ۔ مزدوری کی تعیین کا فیصلہ کام کرانے والے پر نہیں مزدور پر چھوڑا، ان سے ان کی صلاحیت وطاقت سے زیادہ کام لینے سے منع کیا اور ان کی ضروریات پر توجہ مرکوز رکھنے کی ہدایت دی۔

حضرت عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مزدور کو اس کی مزدوری اس کے پسینے کے خشک ہونے سے پہلے ادا کردو۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخص ایسے ہیں کہ قیامت کے دن میں ان کا فریق ہوں گا، ان میں سے ایک وہ ہے جو کسی مزدور کو اُجرت پر رکھے، اس سے پورا کام لے لے اور اُجرت نہ دے۔ (بخاری)

حضرت ابو مسعود انصاریؓ کہتے ہیں، ایک دفعہ میری ایک لونڈی بکریاں چرارہی تھی کہ کچھ دیر وہ بے پرواہ ہوگئی، اس کی بے پرواہی سے بھیڑیا آیا اور ایک بکری لے گیا۔ میں دیکھ رہا تھا، میں لونڈی کے پاس گیا اور غصے میں اسے زور سے تھپڑ مارا اور کہا بے پرواہ بیٹھی ہوئی ہو، بھیڑیا بکری لے گیا ہے۔ جب زور سے تھپڑ مارا تو پیچھے سے آواز آئی، ابو مسعود! اس کو تھپڑ مارنے سے پہلے یہ سوچ لو کہ تم سے طاقتور بھی کوئی ہے جو تمہیں دیکھ رہا ہے۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو یہ کہنے والے رسول اللہ ﷺ تھے۔ نیچے والے پر ظلم کرتے ہوئے یہ بھی سوچنا چاہیے کہ میرے اوپر بھی کوئی ہے۔

مزدوروں کے حقوق پر جو باتیں اسلام نے کی ہیں، اس سے زیادہ کسی کے یہاں موجود نہیں ہے، اس گئے گذرے دور میں بھی مسلمان بڑی حد تک ان احکام پر عامل ہے، اسی لیے اسلامی تاریخ کے کسی دور میں مزدوروں کے احتجاج اور مظاہرے کی کوئی تاریخ نہیں ملتی، اور دوسرے مذاہب کے مالکان کے مقابلے مسلمانوں کے یہاں کام کرنے والے مزدوروں کی حالت قدرے بہتر ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا معمول یہ تھا کہ جیسے کپڑے خود پہنتے تھے ویسے ہی نوکروں کو پہناتے تھے۔ ایک دن ایک آدمی نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے کہا آپ نے جو اتنا قیمتی لباس پہنا ہوا ہے ویسا ہی اپنے غلام اور نوکر کو پہنا رکھا ہے، اس کو کوئی ہلکی پھلکی چادر کافی تھی۔ فرمایا، نہیں بھئی! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ تمہارے ماتحت ہیں ''اطعموھم مما تطعمون والبسوھم مما تلبسون'' جو خود کھاتے ہو ان کو بھی وہی کھلاؤ، جو خود پہنتے ہو ان کو بھی وہی پہناؤ اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر کام نہ ڈالو، جتنا کر سکتے ہیں ان سے اتنا کام لو، اور اگر زیادہ کام اس کے ذمہ لگا دیا ہے اور تمہیں اندازہ ہے کہ یہ اکیلے نہیں کر سکے گا تو ''اعینوھم'' اس کے ساتھ مل کر کام کرو۔

ہمارے دور کا المیہ یہ بھی ہے کہ مزدور اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہورہے ہیں، اور بڑی حد تک کام چور سے ہوگیے ہیں، دیر سے آنا، وقت پورا کرنا اور وقت سے پہلے نو دو گیارہ ہوجانا عام روش بن گئی ہے، مزدوروں کو بھی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہیے، حقوق وفرائض میں چولی دامن کا ساتھ ہے، اس معاملہ کو ذہن نشیں رکھنا چاہیے، تصادم حقوق وفرائض میں تال میل نہیں ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، اگر ہر دو فریق اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے تو یوم مزدور منانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی اور نہ سرمایہ داروں سے تصادم کی نوبت آئے گی، کوتاہی وکمزوری دونوں طرف ہے کسی ایک کو مورد الزام ٹھہرانا صحیح نہیں ہوگا۔

اچھی باتیں

''نیت اور سوچ اچھی ہونی چاہیے، باتیں تو کوئی بھی اچھی کرسکتا ہے ☆ مجھے گرتے ہوئے پتوں نے سکھایا ہے بوجھ بن جاؤ گے تو اپنے بھی گرادیں گے ☆ رکاوٹوں اور مشکلات کے لیے پریشان نہ ہوں، یہ آپ کا راستہ روکنے کے لیے نہیں، بہترین راستے پر لے جانے کے لیے آتی ہیں ☆ رشتہ جب آنسو صاف کرنے کے بجائے آنسو دینے لگے تو سمجھ جایئے کہ رشتے کی عمر طبعی پوری ہوچکی ہے ☆ جو شخص اپنی تعریف پر خوش ہوتا ہے اور خوشامد پسند کرتا ہے پہلے درجے کا بے وقوف ہے۔'' (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''پارلیامنٹ کا اجلاس کتنے دنوں چلے گا اور اس کی کتنی نشستیں ہوں گی اس کی تعیین سرکاری کام کے اعتبار سے کی جاتی رہی ہے، لیکن گذشتہ ایک دہائی کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ پارلیامنٹ اور اسمبلیوں کے اجلاس کے ایام اور نشستوں کی تعداد سرکار کم کرتی جارہی ہے اور بل جلد بازی میں پاس کرائے جا رہے ہیں، اس وجہ سے قانون کی افادیت ویسی باقی نہیں رہتی، جیسی بحث وتمحیص یا چھان بین کے بعد بنائے گئے قانون کی ہوا کرتی تھی، مثال کے طور پر تین زرعی قوانین کو سامنے رکھا جاسکتا ہے۔ جس کی بڑی مخالفت ہوئی اور حکومت کو بالآخر اسے واپس لینا پڑا۔ (راشٹریہ سہارا 28 جنوری 2023ء)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

مشورے سے کام کیجئے

یہ اللہ ہی کی رحمت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے نرم خو ہیں، اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے بھاگ لئے ہوتے، لہٰذا آپ انہیں معاف کردیں، ان کے لئے مغفرت کی دعا کریں اور اہم معاملات میں ان سے مشورہ لیا کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ رکھیں، بے شک اللہ بھروسہ کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔ (سورہ آل عمران-159)

مطلب: اجتماعی زندگی میں بہت سے نشیب وفراز اور اتار وچڑھاؤ آتے رہتے ہیں، کبھی ایک کا دوسرے سے نظریات کا اختلاف رائے ہوتا ہے اور کبھی طریقہ کار اور نقطہ نظر کا اختلاف ہوتا ہے، ایسے نازک حالات میں امام، امیر اور جماعت المسلمین کے سربراہ کو ایمانی بصیرت اور دینی حکمت سے مسئلہ کو حل کرنے کی ضرورت ہے جس میں کسی کی دل آزاری بھی نہ ہو اور نہ ہی دل میں کسی کے خلاف نفرت وعداوت کو پروان چڑھنے دے بلکہ دانشمندانہ طریقے سے ہر ایک کی رائے کا احترام کرتے ہوئے صائب فیصلہ دے اگر کسی سے کوئی اجتہادی غلطی ہوجائے تو عفو ودرگذر سے کام لے اور اپنے مامور کے حق میں دعا خیر کرتا رہے اور ساتھ ہی ہر قابل غور معاملات میں ان سے مشورے بھی کیا کرے۔ مذکورہ آیت کا پس منظر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ غزوہ احد کے موقعہ پر بعض صحابہ نے میدان یا مورچہ چھوڑ دیا تھا جس کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعی طور پر صدمہ پہونچا، چنانچہ رب ذوالجلال نے اس آیت کو نازل فرما کر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غم کو ہلکا کیا اور صحابہ کی بھی دل جوئی کی اور دونوں کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا، پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم خوئی ونرم مزاجی کی تعریف فرمائی اور صحابہ کی غلطیوں پر مشتعل نہ ہونے کی تلقین کی اور حسب سابق اپنے فیصلوں اور مشوروں میں انہیں شامل کرنے کی تعلیم دی، جس سے مشورہ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے چونکہ مشورہ میں یہی ہوتا ہے کہ جماعت کے فرد میں سے ہر فرد اپنے علم اور قابلیت کے مطابق اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے، ایک دوسرے کے نظریات آپس میں ملتے ہیں اس کے بعد ہی ایک اچھا فیصلہ سامنے آتا ہے تاہم امام اور امیر اس کا پابند نہیں ہے کہ وہ اپنے رفقا کے ہر مشورہ پر ہی عمل کرے بلکہ اس کی نگاہ اللہ پر ہو، رفقا کے مشورے کی روشنی میں اللہ جو بات اس کے دل میں ڈالیں، اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل پیرا ہوجائے، یعنی لوگوں کا اعتماد امیر پر ہو اور امیر کی نظر اللہ پر ہو، گویا کہ مشورہ، اجتماعی معاملات کے حل کا ایک بنیادی عنصر ہے جس کے بغیر سیاست شرعیہ نامکمل رہتی ہے، بغیر شوریٰ کی حکومت دراصل ڈکٹیٹرشپ ہے جس کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے اور باہم مشورہ کرنے کے بعد اس کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو صحیح اور مفید صورت کی طرف ہدایت مل جاتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مشورہ میں خیر ہے۔ البتہ مشورہ ایسے لوگوں سے لینا چاہیے جو موجودہ لوگوں میں تفقہ اور عبادت گذاری میں معروف ہوا گر نادانوں سے مشورہ کرتے رہے تو ممکن ہے کہ نقصان اٹھانا پڑے اس لئے ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ عقلمندوں سے مشورے لیا کرو اور اس کے خلاف نہ کرو ورنہ ندامت اٹھانی پڑے گی، اس لئے مشورہ کی سنت کو زندہ اور تازہ رکھئے ان شاءاللہ کبھی نقصان نہیں اٹھانا پڑے گا۔

تعلقات کو نبھایئے:

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بڑھیا آئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بڑا اکرام کیا، خاطر ومدارات کیا، جب وہ خاتون چلی گئیں تو، حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! آپ نے ان خاتون کے لئے بڑا اہتمام فرمایا، ان کو عزت سے نبھایا، اور خاطر وتواضع کی، یہ کون خاتون تھیں؟ جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خاتون اس وقت ہمارے گھر میں آیا کرتی تھیں، جب حضرت خدیجہؓ حیات سے تھیں، حضرت خدیجہؓ سے ان کا تعلق تھا، گویا کہ یہ ان کی سہیلی تھیں، اس لئے میں نے ان کا اکرام کیا، پھر فرمایا ''ان حسن العہد من الایمان'' کسی کے ساتھ اچھی طرح نباہ کرنا بھی ایمان کا حصہ ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

مطلب: جب کسی سے ایک مرتبہ تعلقات قائم ہوجائیں تو انہیں ممکن حد تک نبھانے کی کوشش کیجئے، یہ تعلق چاہے آپ کا کسی سے براہ راست ہو، یا والدین کے دوستوں، بیوی کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے ذریعہ ہو، اس کو ہرگز اپنی طرف سے توڑنے میں پہل نہ کیجئے، اگر کسی اہل تعلق کی طرف سے تکلیف واذیت پہونچے تو اس کو حکمت وبصیرت سے درگذر کیجئے اور اپنی طرف سے حقوق شرعیہ کو ادا کرنے میں کوتاہی نہ برتئے، کیونکہ تعلق کو توڑنا آسان ہے، جوڑنا اور نبھانا مشکل ہے جس طرح کھڑی عمارت کو کلہاڑے سے ڈھادینا آسان ہے لیکن عمارت کھڑی کرنے میں مہینے لگ جاتے ہیں، اس لئے تعلق توڑنے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچئے۔ اگر والدین دنیا سے رخصت ہوگئے اور ان کے کوئی ملاقاتی ہو یا بیوی کے کوئی رشتہ دار ہوں تو ان کے ساتھ بھی حسن سلوک کیجئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے انتقال کے بعد ان کے دوستوں کے ساتھ صلہ رحمی کرے، دیکھئے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو انتقال کئے ہوئے ایک عرصہ گذر گیا لیکن اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خاتون کا اکرام فرمایا اور بسا اوقات حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کے پاس ہدیے تحفے بھیجا کرتے تھے۔ صرف اس وجہ سے کہ ان کا تعلق حضرت خدیجہ سے تھا اور یہ ان کی سہیلیاں تھیں۔ یہ بیوی اور والدین کے ساتھ محبت، وفاداری اور اکرام و احترام کا اعلیٰ مقام ہے کہ ان کے وارثین ان کی وفات کے بعد صلہ رحمی کرتے رہیں، ایسے ہی بلند انسانی جذبات اور خالص دوستی سے زندگی کا حسن قائم ہے اور جینے کا مزہ باقی ہے اور یہ چیزیں زندگی میں سچے مسلمان کے وجود سے مربوط ومتصل ہے۔ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا کچھ نیکی باقی ہے کہ میں اپنے والدین کے مرنے کے بعد کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں۔ ان کے مرنے کے بعد چار چیزیں کرنے کی ہیں، ان کے لئے دعاء واستغفار کرنا، ان کے عدہ کو پورا کرنا ان کے دوستوں کی عزت کرنا اور ان کے رشتہ داروں کو جوڑنا جو ان کے بغیر نہیں جوڑے جاسکتے۔ اب ذرا غور کیجئے کہ ہمارا معاشرہ کس رخ پر جارہا ہے، کیا ہم مغربی کلچر سے متاثر نہیں ہورہے ہیں جس طرح وہاں بوڑھے والدین کو اولڈ ہاؤس میں ڈال دیتے ہیں۔ ہم بھی اپنے بوڑھے والدین کے ساتھ بے وفائی کرتے ہیں تو پھر کیا مرنے کے بعد ان کے لئے دعاء خیر کی امید رکھیں گے اور جب یہ نہیں تو پھر ان کے دوستوں سے ہمدردی کی کیا امید ہوگی۔ اس نظریے کو بدلنے کی ضرورت ہے، زندگی میں والدین کی خدمت کو عبادت سمجھنا ہے اور مرنے کے بعد ان کے دوستوں کا اکرام کرنا سنت نبوی تصور کرنا ہے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

نکاح، حقوق وفرائض

آج کل نئی نسل میں دینی تعلیم کا رجحان بہت کم ہے جس کی وجہ سے وہ معاشرتی اور ازدواجی زندگی میں ایک دوسرے کے حقوق وفرائض سے ناواقف ہیں، جس کا نتیجہ ہے کہ شب وروز کی لڑائی جھگڑا اور کیس مقدمہ میں گھر برباد ہورہا ہے، خاندان ٹوٹ رہا ہے اور سارا چین وسکون ختم ہے۔ سوال یہ ہے کہ نکاح کے بعد میاں بیوی کے درمیان تعلقات کیسے ہوں ایک دوسرے کے کیا حقوق وفرائض ہیں۔ تفصیل سے بتایا جائے تاکہ اس کی روشنی لوگوں خصوصا نئی نسلوں تک پہونچائی جاسکے۔

الجواب ———— وباللہ التوفیق

شریعت کی نگاہ میں نکاح ایک پاکیزہ، محترم ومستحکم اور پائیدار رشتہ ہے جس کے ذریعہ دو اجنبی مرد وعورت زندگی کے نرم وگرم میں ایک دوسرے کا رفیق وہمدم اور ساتھی بن کر رہتے اور زندگی گزارنے کا عہد وپیمان کرتے ہیں، اسلام اس عہد وپیمان میں استقلال وپائیداری اور استحکام ومضبوطی چاہتا ہے، تاکہ ازدواجی زندگی کا سفر خوشگوار اور فرحت بخش ماحول میں کامیابی کے ساتھ طے ہو، ارشاد ربانی ہے۔ **یا ایھا الذین اٰمنوا أوفوا بالعقود، (المائدة: ۱)** اے ایمان والو عہد پورے کیا کرو۔ **وأخذن منكم ميثاقا غليظا (النساء: ۲۱)** اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ **أحق الشروط أن توفوا به ما استحللتم به الفروج** تمام شرطوں میں وہ شرطیں سب سے زیادہ پوری کی جانے کے لائق ہیں، جن کے ذریعہ تم نے شرمگاہ کو حلال کیا ہے۔ (صحیح البخاری کتاب النکاح باب شروط فی المہر) پھر یہ کہ خالق کائنات نے میاں بیوی کے اس رشتہ میں ایسی الفت ومحبت ڈال دی جو دوسرے رشتے میں نہیں پائی جاتی، چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ایک نشانی قرار دیتے ہوئے فرمایا: **ومن آیاته أن خلق لكم من انفسكم أزواجا لتسكنوا اليها وجعل بينكم مودة ورحمة (الروم: ۲۱)** اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کی مانند ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو دو محبت کرنے والوں کے درمیان محبت کو زیادہ کردے۔ **لم تر للمتحابين مثل النكاح (ابن ماجه)** یہ اس لئے تاکہ خاندانی نظام او وہ گھر جسے اللہ تعالیٰ نے امن وسکون اور سلامتی کا گہوارہ بنایا ٹوٹنے پھوٹنے اور اجڑنے سے بچ جائے، کیونکہ خاندان کا ٹوٹ جانا اور گھروں کا اجڑ جانا بہت بڑا حادثہ ہے، جس کے سد باب کیلئے شریعت مطہرہ نے زوجین میں سے ہر ایک کو دوسرے کا احترام ملحوظ رکھنے، شرافت، حسن سلوک تحمل اور بردباری جیسی عظیم صفات پیدا کرنے کا حکم دیا کیونکہ اس کے بغیر الفت ومحبت کا پیدا ہونا اور ایک خوشگوار وکامیاب زندگی گذارنا ممکن نہیں ہے ،اس نے مردوں کو بطور خاص اس بات کی تاکید کی کہ اپنی بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت اور شریفانہ زندگی بسر کرے، کیونکہ اس بات کا اندیشہ تھا کہ مرد کو گھر کا مکھیا اور ذمہ دار ہونے کی وجہ سے جو برتری اور فوقیت حاصل ہے اس کا غلط فائدہ اٹھا کر اپنی بیوی کو حقیر وکمتر سمجھنے لگے اور اس پر ظلم وستم کرنے لگے، فرمایا **عاشروهن بالمعروف** اور ان کے ساتھ اچھی طرح گزر بسر کرو۔ اس نے یہ حکم اس حال میں بھی دیا جبکہ بیوی شوہر کو نہ بھاتی ہو فرمایا **إن كرهتموهن فعسىٰ أن تكرهوا شيئا ويجعل الله فيه خيرا كثيرا. (النساء: ۱۹)** اگر وہ تم کو نہیں پسند آتی ہیں تو ہوسکتا ہے کہ تم کو ایک چیز ناپسند ہو اور اللہ نے اس میں بہت سی خوبیاں رکھی ہو البتہ اگر ناپسندیدگی اس حد تک پہونچ جائے جس سے ازدواجی زندگی سخت دشوار اور متعذر ہو اور شریعت کے حدود پر قائم رہنا مشکل ہو تو پھر تسریح باحسان پر عمل کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شوہر اپنی بیوی سے بغض نہ رکھے اگر اس کی نظر میں اس کی کوئی خصلت دعادت ناپسندیدہ ہو تو اس کی دوسری خصلت وعادت پسندیدہ بھی ہوگی۔ **لا يفرك مومن مومنة ان كره منها خلقا رضي منها آخر (مسلم ۱/ ۴۷۵)** یہ ارشادات ازدواجی زندگی اور حسن معاشرت کے وہ راہنما اور زریں اصول ہیں جن سے بڑے سے بڑا نزاع خود بخود حل ہوجاتا ہے، غصہ کا جوش ٹھنڈا ہوجاتا ہے، اور انسان اطمینان وسکون کی سانس لیتا ہے، کیونکہ ہر انسان کے سارے کردار اور ساری خصلتیں بری نہیں ہوتیں، کچھ عادتیں بری ہوتی ہیں تو کچھ اچھی بھی ہوتی ہیں۔ لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کے ان اچھے افعال واخلاق کو پیش نظر رکھے جو پسندیدہ ہیں اور جو اخلاق وعادات ناپسندیدہ ہیں ان پر صبر وتحمل سے کام لے، محبت ونرمی اور حکمت عملی سے ان کی اصلاح کی کوشش میں لگا رہے ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں پر غیظ وغضب اور سختی سے گریز کرے کیونکہ اس کی اصلاح اور درستگی کا معاملہ بڑا نازک ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت کی تخلیق سب سے ٹیڑھی پسلی سے ہوئی ہے، اگر تم پسلی کو سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو اس کو توڑ دوگے اور اگر پسلی کو اپنے حال پر چھوڑ دو تو وہ ٹیڑھی کی ٹیڑھی ہی رہے گی۔ (صحیح مسلم ۱/۴۷۵، باب الوصیۃ بالنساء) اس لئے اگر اس کے ٹیڑھے پن کو درست کرنے کے لئے سختی سے کام لیا گیا تو اس کا انجام توڑ پھوڑ یعنی طلاق کی صورت میں ظاہر ہوگا جو ان عورتوں کے لئے ہی نہیں بلکہ بچوں کے لئے اور خود اپنے لئے باعث ندامت وشرمندگی ہوگا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **استوصوا بالنساء خيرا (صحيح مسلم ۱/ ۴۷۵)** اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا معاملہ رکھو (ان کے ٹیڑھے پن پر صبر کرو اور یہ توقع چھوڑ دو کہ وہ سب باتوں میں تمہاری مرضی اور خواہش کے مطابق چلیں گی۔

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 63/73 شمارہ نمبر 17 مورخہ ۱۷؍شوال المکرّم ۱۴۴۴ھ مطابق ۸؍مئی ۲۰۲۳ء روز سوموار

مدارس اسلامیہ......غور وفکر کے چند گوشے

ہندوستان کے مدارس اسلامیہ میں رمضان المبارک کی تعطیل کے بعد نئے داخلے کی کارروائی چل رہی ہے، اور بعض مدارس میں داخلہ کی کاروائی مکمل ہوچکی ہے اور اب تعلیمی سال کا آغاز ہوا چاہتا ہے، اساتذہ نئے حوصلے اور جذبے کے ساتھ تدریس میں لگیں گے طلبہ بھی اپنے کامیاب مستقبل کے لیے جدوجہد اور محنت کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔

مدارس اسلامیہ دینیہ کی اہمیت کو غیروں نے زیادہ سمجھا ہے، وہ جانتے ہیں کہ امت مسلمہ میں اسلامی اقدار اور اسلامی تہذیب وثقافت کی سپلائی یہیں سے ہوتی ہے، اسی لیے وہ ہمارے مدارس کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلاتے رہتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کے ذہن سے اس کی اہمیت وافادیت نکال دی جائے اور سماج کو باور کرا دیا جائے کہ یہ ادارے از کار رفتہ اور آؤٹ آف ڈی(Out of Date) ہو چکے ہیں، ان میں اساسی اور بنیادی تبدیلیوں کی ضرورت ہے، بدقسمتی سے ہمارے دانشوروں کا ایک بڑا طبقہ اس پروپیگنڈہ سے متاثر ہو گیا ہے، اور وہ تعلیم سے متعلق ہر سمینار، سمپوزیم اور مجلسی گفتگو میں ٹیپ کے بند کی طرح اسے دہراتا رہتا ہے؛ حالانکہ ہمارے مدارس اسلامیہ نے ماضی سے لیکر تا حال ملک وملت کی جو خدمت انجام دی ہیں، اس کی نظیر کسی اور قسم کے تعلیمی اداروں میں مشکل سے مل پائے گی، ہمارے اساتذہ نے اس تعلیمی نظام کو اجرت کے بجائے اجر خداوندی کے حصول کے جذبہ سے پروان چڑھایا، اپنی زندگیاں کھپا دیں، دنیاوی آسائش اور حصولیابیوں کی طرف سے منہہ پھیر لیا، مقصد رضائے الٰہی کا حصول تھا، یہ مقصد کل بھی تھا اور آج بھی ہے۔

ہمارے مدارس کے طلبہ نے بھی اپنے اساتذہ کے نقش قدم پر چلنے کا عزم کیا، وہ خوب جانتے ہیں کہ یہاں مادی منفعت کے مواقع کم ہیں، سرکاری مراعات کا گذر نہیں ہے، اور جہاں گذر ہوا ہے وہاں کار طفلاں تمام ہوتا جا رہا ہے، اور رشوت کی گرم بازاری نے ان اقدار سے انہیں منحرف کر دیا ہے، جو ہمارے مدارس کا طرہ امتیاز رہا ہے، میں یہاں بات آزاد مدارس کی کر رہا ہوں، ملحقہ مدارس کی نہیں، ملحقہ مدارس میں بھی جن مدارس نے عزم کر لیا ہے کہ ہم بزرگوں کے نقش قدم پر چلیں گے، ان کے یہاں اس مادی نظام کا کوئی اثر نہیں پڑا ہے، البتہ ایسے مدارس انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں اور ان کی ہمارے دل میں بڑی وقعت اور قدر وقیمت ہے۔ مدارس کے اس نئے تعلیمی سال کو مزید معیاری اور تربیت کے اعتبار سے مزید مثالی بنانے کے لیے ہمیں اور بھی بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ اساتذہ، طلبہ اور انتظامیہ کی نیتوں میں خلوص ہو، کیونکہ ہمارے اعمال کی کیاری کو سرسبز وشاداب اور سدا بہار رکھنے میں اخلاص کے چشمہ ? صافی سے ہی توانائی ملتی ہے، امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ خلوص وللّٰہیت کے جذبے سے جو کام کیا جاتا ہے اس میں اللہ کی نصرت ضرور آتی ہے، اعمال کا مدار نیتوں پر ہی ہے۔

مدارس اسلامیہ اصلاً قرآن کریم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے لئے ہیں، بقیہ علوم وفنون انہیں دونوں نصوص کی افہام وتفہیم کے طور پر پڑھائے جاتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ ان دونوں چیزوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جائے، یقیناً قرآن کریم صحت کے ساتھ پڑھنے پڑھانے کا مزاج بڑھا ہے، لیکن اب بھی بہت سارے گاو?ں اور دیہات ایسے ہیں، جہاں اس معاملے میں کافی کمی پائی جاتی ہے کیا یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے کہ قرب وجوار کے ان گاؤں کی بھی فکر کریں، جو بنیادی دینی تعلیم سے آج بھی دور ہیں، اس پر غور کرنا چاہیے کہ کیا ہمارے وسائل اس کی اجازت دیتے ہیں کہ ہم چند ایسے گاؤں کو گود لے لیں، جو اب تک بنیادی دینی تعلیم سے محروم اور بے بہرہ ہیں، اس کی وجہ سے مدرسہ کو ہر قسم کا فائدہ پہونچے گا۔

حضرت مولانا ابرار الحق رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی مدرسہ مالی بحران کا شکوہ کرتا ہے تو مجھے معاً خیال آتا ہے کہ وہاں قرآن کریم کی تعلیم صحت کے ساتھ نہیں ہو رہی ہے، وہ فرماتے تھے کہ ناممکن ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم پر توجہ دی جائے اور ادارہ مالی بحران میں مبتلا ہو، اس لیے کہ اللہ بڑا غیور ہے، اس کی غیرت کس طرح گوارہ کر سکتی ہے کہ اس کے کلام پاک کا حق ادا کیا جائے اور حق ادا کرنے والے پریشان حال ہوں۔

معیاری تعلیم کے لیے یہ بات بھی ضروری ہے کہ جو کچھ پڑھا اور پڑھایا جا رہا ہے اس کے اچھے ہونے کا اعتماد ہو، آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں اچھا وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے، اس لیے اساتذہ اور طلبہ سب کو اعتماد ہونا چاہئے کہ ہم جن کاموں میں لگے ہیں وہ دنیا کا اچھا کام ہے، اس احساس کے نتیجے میں ہمیں نفسیاتی طور پر اطمینان نصیب ہوگا اور ہم دینی تعلیم اور تہذیب وثقافت کے قدرداں ہوں گے اور دوسری تہذیب ہمیں متاثر نہیں کر سکے گی۔

عموماً دیکھا جاتا ہے کہ طلبہ جب مدرسہ سے گھر کا رخ کرتے ہیں یا فارغ ہو کر دوسرے اداروں میں داخلہ لیتے ہیں تو ان کی وضع قطع بدل جاتی ہے، چہرے سے داڑھی تک غائب ہو جاتی ہے۔ وضع قطع اس طرح مغربی ہو جاتی ہے کہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ کبھی انہوں نے مدرسہ میں پڑھا ہے، یہ ہماری تربیت کی کمی ہے، ہم نے دوران تعلیم طالب علم کے ذہن میں اپنے تہذیبی سرمایہ اور ثقافت وکلچر کی اہمیت نہیں بٹھائی، وہ دوسری تہذیبوں سے متاثر ہوتے رہے اور ذرا سا ماحول بدلا تو سب کچھ بدلتا چلا گیا، ہمیں خصوصیت سے تربیت کے اس اہم نکتہ پر توجہ مبذول رکھنی چاہیے تاکہ ہمارا سرمایہ ضائع نہ ہو۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ، فرمایا کرتے تھے کہ اپنی کھیتی میں کچھ نہ پیدا ہو یہ افسوس کی بات ہے، لیکن اس سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ پیداوار ہماری ہو اور وہ دوسروں کے کام آئے۔

تعلیم کو معیاری بنانے کے لئے اساتذہ وطلبہ دونوں کے لیے مطالعہ کی پابندی ناگزیر ہے، اساتذہ متعلقہ کتابوں کا مطالبہ کر کے درس گاہ میں جائیں، بلکہ جدید طریقۂ تعلیم کے مطابق نقشۂ تدریس یعنی لیسن پلان رات کو ہی مرتب کر لیں، اس سے تدریس کے کام میں سہولت بھی ہوگی اور تدریس کا حق بھی پورے طور پر ادا کرنا ممکن ہوگا، لیسن پلان کی وجہ سے ہم اپنے سوالات مرتب کر سکیں گے، لڑکوں کی سابقہ معلومات کو سامنے رکھ کر ان کی معلومات میں تدریجاً اضافہ کرنا ہمارے لیے ممکن ہو سکے گا، اور طلبہ بھی اساتذہ کے غیر ضروری سوالات سے بچ کر مورد عتاب نہیں ہوں گے۔

معیاری تعلیم کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے طلبہ کا ایک نشانہ اور ٹارگیٹ ہو کہ ہمیں دیگر مضامین میں کامیاب ہونا ہے، لیکن فلاں مضمون میں مہارت پیدا کرنی ہے، یہ دور اختصاص کا ہے، اس کے بغیر دنیا میں کوئی قیمت نہیں لگتی اور عام طالب علموں کو ترقی کے مواقع نہیں ملتے؛ اس لیے کسی ایک فن میں اختصاص کی کوشش کرنی چاہیے۔

چونکہ یہ سارا کام رضاء الٰہی کے لئے ہی کرنا ہے اور دوسرا کوئی مقصد نہیں ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ کے حکم پر چلیں، گناہوں سے اجتناب کریں اور ان تمام امور پر کاربند ہونے کیلئے اللہ سے توفیق طلب کرتے رہیں، سارے کام اللہ کی توفیق ہی سے بندہ کر سکتا ہے، اس لیے اللہ سے مانگیں اس کے سامنے گڑگڑائیں، آہ سحر گاہی اور دعاء نیم شبی کا اہتمام کریں، اللہ سے اس طرح لو لگائیں کہ تعلیم میں مدرسہ اور تربیت وتزکیہ میں ادارہ خانقاہ نظر آئے اور جب کوئی بندہ ادھر سے گذرے تو اعلان کرے کہ ع در مدرسہ خانقاہ دیدم

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت مدارس اسلامیہ کے سامنے مختلف قسم کی مشکلات ہیں، اندرونی فتنوں کے ساتھ بیرونی فتنوں کا بھی تسلسل ہے، اس پس منظر میں چند باتوں کی طرف اساتذہ اور ذمہ داران مدارس کی توجہ مبذول کرانا ضروری معلوم ہوتا ہے: (۱) درجہ حفظ کے طلبہ کو اردو املاء نویسی کرائی جائے، دیکھا یہ جا رہا ہے کہ درجہ حفظ سے فارغ طلبہ بہت مشکل سے اپنا نام لکھتے ہیں، جبکہ انہیں اردو لکھنے پڑھنے کی اچھی مشق ہونی چاہئے، ہندوستان میں ہندی زبان سے بھی واقفیت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ (۲) خوش خطی کی طرف بھی دھیان دیا جائے اور تمام درجات میں خوش خطی کی مشق کا اہتمام کرایا جائے۔ (۳) عام معلومات میں، جغرافیائی معلومات ملکی معلومات اور ریاستوں کے نام سے روشناس کرایا جائے، سوالات کے ذریعہ اس کا استحضار کرایا جائے۔ (۴) عام احساس یہ ہے کہ مدارس کے طلبہ کے تربیتی نظام میں انحطاط آیا ہے، اس لیے تعلیم کے ساتھ تربیت پر خصوصی توجہ دی جائے اور ان کی سرگرمیوں کی نگرانی کی جائے۔ (۵) مدارس کے نظام میں طلبہ کے اوقات کی پوری حفاظت کی جائے، اور تضیع اوقات سے انہیں بچایا جائے۔ (۶) ورزش کے درمیان کھیل سے متعلق عربی الفاظ کا سوال جواب بھی جاری رہے تمرین کی یہ اچھی صورت ہے۔ (۷) مفرد کلمات کا ذخیرہ ہونا بھی ضروری ہے، اس سے مضمون نگاری اور انشاء پردازی میں مدد ملتی ہے، ہر طالب علم کے لیے عربی لغت کا رکھنا ضروری قرار دیا جائے۔ (۸) لغت سے کیسے معانی نکالیں گے اس کی طرف رہنمائی کرنی چاہیے، اسی طرح لغت کے اشارات بھی بتا دیا جائے، عربی کے دوسرے اور تیسرے درجہ سے یہ مشق ضروری ہے۔ (۹) معیاری واصلاحی اشعار بھی اساتذہ کی نگرانی میں یاد کرائے جائیں، بیت بازی کے ذریعہ یہ کام آسانی سے ہو سکتا ہے۔ (۱۰) تقریری مشق میں صرف الفاظ نہ ہوں بلکہ آیات قرآنی اور احادیث کے عربی کلمات بھی یاد کرائے جائیں۔ (11) انجمن میں اگر نحوی وصرفی سوالات وجوابات (مکالمات) کا سلسلہ شروع کیا جائے تو اس سے بھی قواعد عربیت کا استحضار ہوگا۔

ایک مسئلہ نصاب تعلیم کا بھی ہے، بہار کی حد تک تین قسم کے نصاب تعلیم جزوی طور پر ترمیم کے ساتھ مدارس میں رائج ہیں۔ ایک دیوبند کا دوسرے ندوۃ العلماء کا اور تیسرا وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ کا، یہ تینوں نصاب اپنی اپنی جگہ اہم ہیں، ان میں تبدیلی پیدا کر کے مخلوط نصاب رائج کرنے کی تحریک طبقہ دانشوران کی طرف سے پیدا کی جاتی رہی ہے، لیکن دینی وعصری علوم کا امتزاج آج کے دور میں عملی نہیں ہے، یہ انتظامی مجبوری ہے کہ دونوں طریقہ تعلیم کو الگ الگ رکھا جائے۔

مدارس اسلامیہ زکوٰۃ وخیرات کی آمدنی سے گراں تنخواہ پر عصری علوم کے ماہرین کو نہیں رکھ پائیں گے اور عصری علوم کے لوگ تنخواہ پر مولویوں کی طرح رہنا پسند نہیں کرتے بیش تر لوگوں کی نگاہ متاع دنیا پر ہوتی ہے اور مولویوں کی نظر اجرت کے بجائے اجر خداوندی پر، یہی وجہ ہے کہ پورے ہندوستان میں مدارس پھیلے ہوئے ہیں، اور ان میں دینی تعلیم سے طلبہ آراستہ ہوتے ہیں، مدارس کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ دینی علوم کے اساتذہ کو کم اور عصری علوم کے ماسٹر صاحبان کو زیادہ تنخواہ پر رکھیں اس لیے کہ اس سے دینی تعلیم کی بے توقیری ہوتی ہے اور یہ عدل کے بھی خلاف ہے، اس لیے نصاب میں جزوی تبدیلی انگریزی وغیرہ کی شمولیت کے ساتھ کی جا سکتی ہے، کمپیوٹر سکھایا جا سکتا ہے، لیکن سائنس، کامرس، آرٹس اور ان کی شاخ در شاخ کو مدارس میں پڑھانا بالکل ممکن نہیں ہے، بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ نے مولوی آرٹس، سائنس، کامرس کا نصاب متعلقہ مدارس کو فراہم کیا ہے، لیکن اس نصاب کو اسی طرح ناکام ہونا ہے، جیسے گذشتہ تیس برسوں میں پڑھایا جانے والا نصاب کوئی انقلاب پیدا نہیں کر سکا، یہ مدرسہ کے بنیادی مقاصد کو فوت کرنے جیسا ہے اور اس کی افادیت موہوم ہے، نصاب بڑھا دیا گیا ہے اور اساتذہ وہی تیرہ ہیں، جہاں درجات کے اعتبار سے اساتذہ مہیا نہ ہوں وہاں تعلیمی اور وہ بھی معیاری کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔

صحیح اور سچی بات یہ ہے کہ ہم طلبہ کو محنت، اساتذہ کو معیاری تدریس، انتظامیہ کو تدریسی سہولت کی فراہمی پر آمادہ نہیں کر پا رہے ہیں، اس لیے ہمیں رہ رہ کر نصاب کے کان مروڑنے کا شوق پیدا ہوتا ہے، کیوں کہ ایک نصاب ہی ہے جو جتنا ادل بدل کیجئے آپ کے خلاف کھڑا نہیں ہو سکتا، بے جان جو ٹھہرا۔

مدارس اسلامیہ کے بچوں کو اگر آپ میٹرک وغیرہ کرانا چاہیں تو نیشنل اوپن اسکولنگ سسٹم سے ان کے امتحانات دلوا دیجئے، وہاں سہولت بھی ہے اور یہ چونکہ اوپن اسکولنگ ہے، اس میں طلبہ کا تدریسی نقصان نہیں ہوگا، اور مختصر تیاری کے ساتھ ان کے پاس عصری علوم کی سند بھی ہوگی۔

معروضات لمبی ہو گئیں، لیکن یہ مدارس کے ذمہ داران کے لیے غور وفکر کے چند گوشے ہیں، بات سے بات نکلتی ہے اور پھر کسی نتیجہ پر پہونچنا ممکن ہوتا ہے، اللہ کرے یہ معروضات قارئین کے ذہن ودماغ پر دستک دے سکیں اور مدارس اسلامیہ کی عہد زریں کی واپسی میں معاون ومددگار ثابت ہو سکیں

یادوں کے چراغ ✍ : مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

محدث کبیر مولانا سید محمد یحییٰ ندویؒ

ندوۃ العلماء کے گل سرسبد، اسلاف کی یادگار، محدث کبیر، تواضع انکساری کے پیکر، سادگی میں اپنی مثال آپ، نامور محقق، عربی زبان وادب کے رمزشناش، مخطوطات پر گہری نظر رکھنے والے مشہور عالم دین، خردنواز، امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم کے استاذ اور اجازت حدیث عطا کرنے والی بڑی شخصیت مولانا سید محمد یحییٰ ندویؒ ۱۷؍رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ مطابق ۸؍اپریل ۲۰۲۳ء بوقت گیارہ بجے شب سفر آخرت پر روانہ ہوگیے، جنازہ کی نماز ۱۸؍رمضان کی شب ۱۰؍بجے مطابق ۹؍اپریل ان کے آبائی گاؤں سانحہ موجودہ ضلع بیگوسرائے میں ان کے پوتا مولانا احمر القاسمی نے پڑھائی، جنازہ کے قبل ان کے وارثین نے مقامی علماء کے مشورے سے میرا بیان طے کر رکھا تھا، چنانچہ حافظ امتیاز رحمانی نے ان کے خاندانی احوال وکوائف اور احقر (محمد ثناء الہدیٰ قاسمی) نے ان کے علمی رسوخ، حافظہ، ذہانت اور حدیث کے حوالہ سے ان کی خدمات کا مختصر تذکرہ کیا، یہ موقع طویل تقریر کا ہوتا بھی نہیں ہے، تدفین ان کے آبائی قبرستان میں گاؤں کی مسجد کے قریب ہوئی، امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم کے حکم وہدایت پر ایک سہ نفری وفد قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی قاسمی، قاضی شریعت مولانا محمد انظار عالم قاسمی اور راقم الحروف پر مشتمل اعلیٰ سطحی وفد سانحہ پہونچا اور مولانا مرحوم کے جنازہ اور تدفین میں شریک ہوا، سانحہ گاؤں میں اتنا بڑا ''سانحہ'' شاید ہی کبھی ہوا ہوگا، رمضان المبارک کا مہینہ اور رات کے دس بجے جنازہ میں جو ہجوم تھا وہ ان کی عندالناس محبوبیت اور عنداللہ مقبولیت کی دلیل تھی۔

مولانا سید محمد یحییٰ ندویؒ بن سید فضل الکبیر یکم رمضان المبارک ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۳۰ء میں اپنے آبائی گاؤں سانحہ اس وقت کے ضلع مونگیر میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گاؤں کے مدرسہ دار العلوم معینیہ سے پائی، خاندانی وجاہت اور زمینداری اللہ نے عطا کی تھی، آپ کا خاندانی تعلق سادات بارہ گاواں سے رہا، ابھی چھ سال کی عمر ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے والدین اور نانی کے ساتھ حج کی سعادت بخشی، اعلیٰ تعلیم کے لیے ۱۹۴۴ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ لیا اور اس وقت کے نابغہ روزگار شخصیات حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مولانا شاہ عطا سلونوی اور مولانا اویس ندوی نگرامی رحمہم اللہ سے درسیات پڑھیں اور کسب فیض کیا، ۱۹۴۸ء میں یہاں سے فراغت پائی، عربی زبان وادب کی طرف طبیعت مائل ہوئی تو مولانا عبد العزیز میمن (م ۱۹۷۸ء) اور مولانا بدر الدین علوی (م ۱۹۶۵ء) کی شاگردی اختیار کی، حدیث کی طرف متوجہ ہوئے تو مولانا عبد اللیف علی گڈھی (م ۱۹۵۹) کے حلقہ درس میں داخل ہوگیے، مولانا عبد اللطیف علی گڈھی ،حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی (م ۱۳۱۳ھ) کے اجازت یافتہ تھے، احادیث کے کتابوں کے مدون اور مروج ہوجانے کے بعد اجازت حدیث کی پہلے کی طرح وہ اہمیت باقی نہیں رہی، لیکن عالی سند کا حصول اب بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ علی گڈھ سے کسب فیض کے بعد مولانا جامعہ ازہر جانا چاہتے تھے، ان کے استاذ شیخ عبد العزیز میمن نے اس کا انتظام بھی کر دیا تھا، لیکن والدہ اتنی دور بھیجنے کو تیار نہیں ہوئیں اور مولانا کو اپنا ارادہ ترک کر دینا پڑا۔

مولانا مرحوم نے مولانا فضل اللہ جیلانی سے حدیث پر تحقیق کا طریقہ سیکھا اور تصوف کے رموز اور اصلاح قلب کا کام بھی مولانا فضل اللہ ہی کی صحبت با اثر میں تکمیل کو پہونچا، علی گڈھ کے بعد مولانا نے مئو کا رخ کیا اور وقت کے نامور محدث اسماء الرجال کے ماہر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی (م ۱۹۹۲ء) جنہیں مئو والے بڑے مولانا کہتے تھے، ان سے کسب فیض کیا اور ان کی صحبت نے ان کو اس فن میں ماہر بنا دیا۔ وہ اس تحقیق کے کام سے اس قدر لگ گیے کہ دوسرے کسی کام کے نہیں رہے، مطالعہ، مطالعہ اور صرف مطالعہ ان کا شوق اور شغف بن گیا۔

مولانا کی شادی مولانا لطف اللہ رحمانی بن قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیری کی صاحب زادی اور مولانا مناظر احسن گیلانی کی بھانجی عائشہ رحمانی سے ہوئی تھی، خانوادہ مولانا محمد علی مونگیری سے مصاہرت ہونے کی وجہ سے ان کا تعلق جامعہ رحمانی، خانقاہ رحمانی اور امارت شرعیہ سے انتہائی مضبوط تھا، کچھ دنوں وہ سیاست میں بھی لگے، جمعیۃ علماء کے لیے بھی کام کیا اور پورے بہار کا دورہ کیا، وہ اس تنظیم کے بہار میں نائب صدر اور ضلع کے صدر بھی رہے، لیکن علم وتحقیق ان کا اوڑھنا بچھونا تھا، اس لیے زیادہ دنوں تک یہ سلسلہ نہیں چل سکا، مولانا کا حافظہ غضب کا تھا، مخطوطات شناشی میں وہ ابو محفوظ الکریم معصومی کے بعد میرے علم کے مطابق ہندوستان میں آخری شخص تھے، ان کا مطالعہ انتہائی وسیع وعمیق تھا، انہوں نے ہر فن کی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا لیکن کمال علم حدیث میں تھا، جو ان کی شناخت بن گئی تھی، وہ لکھتے کثرت سے تھے اور اپنے اساتذہ کے بعض تحقیقی کاموں میں وہ علمی مساعد بھی رہے، ان کی کئی تحقیقات کو دوسروں نے اپنے نام سے چھپوالیا اور خوب روپے کمائے، مولانا کو اس دجل کی اطلاع ملی تو فرمایا کہ چھوڑیے کچھ روپے کما لیے تو کیا ہوا۔

مولانا کے مزاج میں تواضع اور انکساری کے ساتھ اپنے کو مخفی رکھنا بھی شامل تھا، وہ اپنی علمی تحریروں کو بھی نہ چھپوا سکے اور نہ ہی سجو کر رکھ سکے، اب یہ کام ان کے وارثوں خصوصا مولانا احمر القاسمی کا ہے کہ اس کو چھپوانے کی طرف متوجہ ہوں اور ان تحریروں کو محفوظ کرنے کا انتظام کریں۔

مولانا کی شفقت مجھے بے پناہ حاصل تھی، جب بھی وہ امارت شرعیہ آتے تو گھنٹوں علمی موضوعات پر مجھ سے گفتگو کرتے، میری کتاب تفہیم السنن شرح آثار السنن کی تعریف کرتے اور ہدایت دیتے کہ اس کی دوسری جلد کا کام بھی مکمل کرو، وہ آثار السنن کو نئے خد وخال اور تحقیقی حاشیے کے ساتھ لانے کی تلقین کرتے جس میں دفتری مشغولیات اور نقیب کی ادارتی ذمہ داریوں کی وجہ سے اب تک کامیاب نہیں ہوسکا، لیکن مقام مسرت ہے کہ مولانا سعید انور سمستی پوری اور مفتی جاوید احمد ہریانوی نے الگ الگ ڈھنگ سے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہونچا دیا ہے۔

مولانا کو ایک بار میں نے ذکر کیا کہ میرے پاس مولانا مفتی سعید احمد پالن پوریؒ کے مختلف کتابوں کے درسی افادات ہیں، خصوصا صحاح ستہ میں سے کئی کتابوں کے تو حکم دیا کہ اسکی تحقیق وتخریج کر کے شائع کرواؤ، اب مولانا کی طرح کوئی نہیں رہا جو حکم دے، طریقہ بتائے، حوصلہ افزائی کرے اور نئے نئے گوشوں کو اجاگر کر کے میری علمی صلاحیتوں کو مہمیز کر کے جگائے۔ باتیں بہت ساری ہیں، واقعہ یہ ہے کہ:

سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے۔

کتابوں کی دنیا ✍ : ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

آزادی - انسان کا بنیادی حق

محترم جناب مولانا محمد عبد الحفیظ اسلامی (1997) بن محمد قاسم صاحب مرحوم 1957 میں غیر منقسم آندھرا پردیش اور موجودہ حیدرآباد دکن تلنگانہ کے ایک با شعور دینی گھرانے میں پیدا ہوئے، جامعہ نظامیہ حیدرآباد سے 1969 میں فراغت حاصل کی، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تصنیفات وتالیفات سے استفادہ کر کے فہم قرآن اور فہم دین کی صلاحیت پائی، رضائے الٰہی اور فلاح آخرت کو زندگی کا نصب العین اور ایک خدا کی بندگی، تفرقہ سے اجتناب اور بنی آدم کے تصور انسانیت کی ترویج واشاعت کو زندگی کا مشن بنایا، اس فکر کو عام کرنے کے لیے ۲۵؍نومبر 1996 سے سینئر کالم نگار اور آزاد صحافی کی حیثیت سے کام کرنا شروع کیا اور کثرت سے مضامین لکھنے، ہندوستان کا شاید ہی کوئی قابل ذکر اخبار ہوگا، جس میں مولانا کی تحریریں روز بروز نہ چھپتی ہوں، زود نویس ہیں، اس کے باوجود ان کے مضامین قرآن وحادیث سے مزین اور منطقی اسلوب سے آراستہ ہوتے ہیں، اس لیے قارئین پسند کرتے ہیں، موصوف کی کم وبیش سات کتابیں اے ایمان والو، رب کائنات کا فرمان، واقعہ معراج، تعارف قرآن، تذکیرات، آداب بندگی اور آئینہ شہر وغیرہ طباعت کے مراحل سے گذر کر نذر قارئین ہوچکی ہیں، ان کی خدمات کے اعتراف میں تلنگانہ اسٹیٹ اور مختلف ادبی تنظیموں نے انہیں اعزازات وایوارڈ سے نوازا ہے۔

انہیں مولانا عبد الحفیظ اسلامی کی کتاب آزادی - انسان کا بنیادی حق - دستور آسمانی اور منشور سلطانی کا تقابلی جائزہ ہے۔ ایک سو چھپن صفحات کی یہ کتاب اس موضوع پر مختصر مگر دریا بکوزہ کے مصداق ہے۔ تلنگانہ اسٹیٹ اردو اکیڈمی کے جزوی مالی تعاون سے شائع شدہ اس کتاب کی قیمت دو سو روپے اردو کتاب کے قارئین کے لیے گراں بار ہے، دار الاشاعت تعلیمات (فطرت انسانی) حیدرآباد اس کتاب کا ناشر ہے، ملنے کے پتے حیدرآباد کے ہی نصف درجن ہیں، سہولت مرکزی مکتبہ اسلامی چھتہ بازار حیدرآباد سے لینے اور منگوانے میں ہے، آپ چاہیں تو مصنف کے پتہ مکان نمبر -13-18 8/J33/1 یونیک ریسیڈنسی، بنڈلہ گولہ، مین روڈ، جہانگیر آباد، حیدرآباد 500005 سے بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

کتاب کا پیش لفظ مفتی محمد ظہیر صادق حسامی ندوی نے لکھا ہے، آغاز آغاز خود مصنف کتاب کا ہے، انتساب والدین مرحومین کے نام مولانا کی سعادت مندی کی دلیل ہے۔

کتاب کا آغاز اقوام متحدہ کا منشور۔ ایک حسین دستاویز کے عنوان سے ہوتا ہے، اس کے ذیل میں منشور کی حقیقت، رکن ممالک، حقوق کی پامالی، انسانی المیوں کو روکنے میں ناکامی اور اس جیسے کئی موضوعات پر گفتگو کی گئی ہے، مسئلہ فلسطین، بوسینیا میں مسلمانوں کے قتل عام، عراق پر حملہ، روہنگیا مسلمانوں کے مسائل کا بھی ذکر ہے، منشور سلطانی کے در وبست کا جائزہ لینے کے بعد مولانا دستور آسمانی پر آتے ہیں، اور ''قوانین باری تعالیٰ میں انسانی فلاح وکامیابی کی ضمانت'' قرار دیا ہے، اس ضمن میں آسمانی دستور کا دائرہ اطلاق، تصور حاکمیت، فرائض کی اولیت، فطری اور پیدائشی حقوق، احترام آدمیت، مشاورت کی اہمیت اور خلافت پر تفصیل سے مولانا نے روشنی ڈالی ہے، مولانا نے آسمانی حکمرانی کے لیے خلفاء راشدین کو مستقل نمونۂ تقلید قرار دیا ہے اور اس ضمن میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے دور خلافت کو ذرا تفصیل سے پیش کیا ہے۔ البتہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت کا تذکرہ ذرا ہلکا ہے، حضرت عثمانؓ کا دور، ابتلاء وآزمائش کا ضرور تھا، لیکن اس موضوع سے متعلق ان کے دور کے کارہائے نمایاں کا ذکر بھی تفصیل سے آنا چاہیے تھا، کیوں کہ یہ نئی نسل کی ذہنی تطہیر کے لیے ضروری تھا، جو اس دور کے واقعات کو پڑھ کر شکوک وشبہات میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور صحابہ کرام کی طرف بھی ان کی نظر ترچھی ہوجاتی ہے، اور وہ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم کے حدیث ہونے کا ہی انکار کر بیٹھتے ہیں، حالاں کہ اس دور کے بڑے محقق محدث حضرت مولانا مفتی سعید احمدؒ پالن پوری اسے حسن درجہ کی حدیث قرار دیتے ہیں۔

ان موضوعات سے فراغت کے بعد مولانا نے آداب معاشرت، شخصی آزادی کے تحفظ، اظہار رائے کی آزادی، مذہب ودھرم کے لیے زور زبردستی نہیں اور بھارت دیش ایک عظیم جمہوریت کو بھی اپنی تحریر کا موضوع قرار دیا ہے۔

مولانا کی تحریر کا اپنا رنگ وآہنگ، فکر کی راستگی اور مطالعہ کی گہرائی ہے، قرآن واحادیث اور نصوص پر ان کی نظر اچھی ہے، اس لیے جو بھی لکھتے ہیں، مدلل لکھتے ہیں، البتہ حوالہ جات کے ذکر کا اہتمام کم کرتے ہیں، مضامین میں اس کی گنجائش بھی ذرا کم ہی ہوتی ہے، قاری حوالوں کے بوجھ تلے دب کر رہ جاتا ہے اور مطالعہ کا تسلسل متاثر ہوجاتا ہے، مضمون کو پڑھتے وقت جو فکری ارتکاز اور یکسوئی ہونی چاہیے، وہ باقی نہیں رہتی، اس لیے رسائل کے لیے جو مقالات لکھے جاتے ہیں، ان میں اس کا اہتمام کیا جاتا ہے، مضامین میں نہیں، لیکن یہ مضامین ایک خاص ترتیب کے ساتھ کتابی شکل میں اکائی کے طور پر قارئین کے سامنے لائے گئے ہیں، اس لیے ان میں حوالوں کا اہتمام ہونا چاہیے تھا۔

مولانا کی یہ کتاب اس خاص موضوع پر اہم ہے، اس موضوع پر مولانا اختر امام عادل کی کتاب ''حقوق انسانی کا عالمی منشور'' کے نام سے شائع ہوچکی ہے اور مقبول ہے۔ کتاب خوبصورت چھپی ہے، دیدہ زیب ہے، سرورق پر دو ہاتھوں کی تصویر ہے، جس نے زنجیروں کو توڑ دیا ہے، اس سے مصنف کی رجائیت کا پتہ چلتا ہے کہ ظلم وجور، حق تلفی، ستم شعاری کی زنجیریں ٹوٹیں گی اور دستور آسمانی سے منشور سلطانی مغلوب ہوکر رہ جائے گا، بے اختیار فیض یاد آگیے، کہتے ہیں۔

اب ٹوٹ گریں گی زنجیریں اب زندانوں کی خیر نہیں
جو دریا جھوم کے اٹھے ہیں تنکوں سے نہ ٹالے جائیں گے

حکایات اہل دل

: مولانا رضوان احمد ندوی

خدا تو دیکھ رہا ہے : ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو گلیوں کے اندر پہرہ دے رہے تھے۔ صبح صادق کا وقت قریب ہوگیا۔ ایک گھر سے عورتوں کے بولنے کی آواز آئی۔ آپ قریب ہوکر آواز سننے لگے۔ آپ نے محسوس کیا کہ ایک بوڑھی عورت اپنے کم عمر لڑکی سے کہنے لگی کہ بیٹی! کیا بکری نے دودھ دے دیا؟ اس نے کہا، جی! دے دیا ہے۔ پوچھا، کتنا دیا ہے؟ جواب ملا، تھوڑا دیا ہے۔ اس بوڑھی عورت نے کہا۔ لینے والے آئیں گے تو وہ تو پورا مانگیں گے۔ لڑکی نے کہا کہ بکری نے تو تھوڑا دیا ہے۔ بوڑھی عورت کہنے لگی، اچھا، پھر اس میں پانی ملا دو تاکہ مقدار پوری ہوجائے۔ لڑکی نے کہا، میں کیوں پانی ملاؤں؟ آپ نے سنا نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دودھ میں پانی ملانے سے منع کیا ہے۔ بڑھیا نے کہا، کونسا عمر دیکھ رہا ہے؟ اس لڑکی نے جواب کہ اماں! اگر عمر رضی اللہ عنہ نہیں دیکھ رہے ہیں تو عمر رضی اللہ عنہ کا خدا تو دیکھ رہا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو بہت خوش ہوئے اور واپس چلے گئے۔ صبح ہوتے ہیں آپ نے ان دونوں کو بلایا تو پتہ چلا کہ وہ لڑکی جوان العمر تھی۔ آپ نے اپنے بیٹے کے لئے اسے پسند کرلیا اور اسے اپنی بہو بنالیا۔ یہی لڑکی بڑی ہوکر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی نانی بنی۔

اخلاص کی برکت سے کام ادھورا نہیں رہتا: سیدنا حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک علاقے کا شہزادہ تھا۔ وہ گرفتار ہوکر پیش ہوا۔ حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ اس بندے کو قتل ہی کروادیں کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف بہت ہی زیادہ مصیبت بنائی ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ نے اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ جب قتل کا حکم دے دیا تو اس نے کہا، جی کیا آپ میری آخری تمنا پوری کرسکتے ہیں؟ آپ نے پوچھا، کون سی؟ اس نے کہا مجھے پیاس لگی ہے لہٰذا مجھے پانی کا پیالہ دیجئے۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے پانی کا پیالہ پلادو چنانچہ اسے پانی کا پیالہ دے دیا گیا۔ جب اس نے پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیا تو کانپنا شروع کردیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، بھئی! آپ کانپ کیوں رہے ہیں؟ کہنے لگا، مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ میں ادھر پانی پینے لگوں گا اور ادھر جلاد مجھے قتل کردیگا، اس لیے مجھ سے پیا ہی نہیں جارہا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تو فکر مت کر جب تک تو یہ پانی نہیں پی لیتا اس وقت تک تجھے قتل نہیں کیا جائے گا۔ جیسے ہی آپ نے یہ کہا تو اس نے پانی کا پیالہ زمین پر گرادیا اور کہنے لگا، جی آپ کہہ چکے ہیں، کہ جب تک میں پانی کا یہ پیالہ نہیں پیوں گا آپ مجھے قتل نہیں کریں گے، لہٰذا اب آپ مجھے قتل نہیں کرسکتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہاں میں نے کہا تھا لہٰذا اب میں تجھے قتل نہیں کرتا۔ جیسے ہی آپ نے کہا کہ میں تجھے قتل نہیں کرتا تو اس وقت وہ کہنے لگا، جی اچھا، آپ نے تو فرمایا کہ آپ مجھے قتل نہیں کریں گے لیکن میری بات سن لیجئے کہ آپ مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان بنادیجئے۔ آپ نے پوچھا، بھئی! آپ پہلے تو مسلمان نہیں بنے اب بن رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ پہلے آپ میرے قتل کا حکم دے چکے تھے، اگر میں اس وقت کلمہ پڑھ لیتا تو لوگ کہتے کہ موت کے خوف سے مسلمان ہوا ہے، لہٰذا میں چاہتا تھا کہ کوئی ایسا حیلہ کروں کہ موت کا خوف ٹل جائے، پھر میں اپنی مرضی سے اسلام قبول کروں اور لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اللہ کی رضا کے لئے اسلام قبول کیا ہے...... تو مخلص بندے کا کام کبھی ادھورا نہیں رہتا بلکہ ہمیشہ رب العزت اس کو پورا کردیتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار: ص 91 ج 12)

لخت جگر کی تربیت: حضرت خنسیٰؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے چار بیٹے تھے، وہ جب کھانے پر بیٹھتیں تو بچوں کو کہتیں میرے پیارے بیٹو! تم اس ماں کے بیٹے ہو جس نے نہ ماموں کو رسوا کیا نہ تمہارے باپ کے ساتھ خیانت کی، جب بار بار یہ کہتیں تو ایکبار بچوں نے کہا امی آخر اس کا کیا مطلب ہے؟ تو فرماتیں میرے بیٹو! جب میں کنواری تھی مجھ سے کوئی ایسی غلطی نہ ہوئی جس سے تمہارے ماموں کی رسوائی ہوتی، اور جب شادی ہوئی تو میں نے تمہارے باپ کے ساتھ خیانت نہیں کی، میں اتنی غیرت اور باحیا زندگی گذارنے والی عورت ہوں، بچے پوچھتے امی جان! آپ کیا چاہتی ہیں؟ تو ماں کہتی! بیٹے جب تم جوان ہوجاؤ گے تم سب اللہ کے راستے میں جہاد کرنا اور میرے بیٹو تم شہید ہوجانا اور میں آکر تمہیں دیکھوں گی اگر تمہیں سینوں پر تلوار کے زخم ہونگے تو میں تم سے راضی ہوجاؤ نگی، اور اگر تمہاری پشت پر زخم ہوں گے تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی، بیٹے پوچھتے امی آپ کیوں کہتی ہیں شہید ہوجانا شہید ہوجانا تب ماں سمجھاتیں کہ میرے بیٹو! اس لیے کہ جب قیامت کے دن عدل قائم ہوگا، اور اللہ تعالیٰ پوچھیں گے، شہیدوں کی مائیں کہاں ہیں؟ میرے بیٹو! اس وقت میرے پروردگار کے سامنے مجھے سرخروئی نصیب ہوگئی، کہ میں بھی چار شہیدوں کی ماں ہوں، سوچنے کی بات ہے ایسے شہداء کے پیچھے آپ کو ایک عورت کا کردار ماں کی شکل میں نظر آئیگا۔

امام غزالیؒ سے سوال: پڑھتے کیوں ہو؟: حضرت امام غزالیؒ نے زمانہ طالب علمی میں ہی خواجہ بوعلی فارمدیؒ سے تربیت پائی، ان کی تربیت پر روشنی ڈالنے کے لئے ان کے زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ سناتا ہوں، جس مدرسہ میں امام غزالیؒ پڑھتے تھے وہ مدرسہ وقت کے بادشاہ نظام الملک طوسی نے بنوایا تھا، مدرسہ کے حالات کے بارے میں بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ جناب! آپ نے جو مدرسہ بنوایا تھا وہاں پر تو طلباء سب کے سب دنیادار ہیں، دین سیکھنے والا کوئی بھی نہیں، بادشاہ نے کہا اچھا میں اتنا پیسہ خرچ کررہا ہوں اور اگر طلباء وہاں کتابیں پڑھ کر بھی دنیادار بنیں گے تو کیا فائدہ؟ اس مدرسہ کو تو بند ہی کردیا جائے، مگر دل میں خیال آیا کہ میں وہاں جاکر احوال تو دیکھوں۔ جب بادشاہ اپنا بھیس بدل کر وہاں پہنچا تو اس نے ایک طالب سے پوچھا کہ بھائی! آپ یہاں کیوں آئے؟ کہنے لگا، میں علم پڑھ رہا ہوں، میرے والد فلاں جگہ مفتی ہیں، میں بھی مفتی بنوں گا، لوگوں میں عزت ہوا کرے گی، دوسرے سے پوچھا تو اس نے کہا، میرے والد فلاں جگہ قاضی ہیں، میں بڑا ہوکر ان کا عہدہ سنبھالوں گا، تیسرے سے پوچھا تو اس نے کہا، وقت کا بادشاہ علماء کی بڑی قدر کرتا ہے، میں عالم بنوں گا اور بادشاہ کا مصاحب بنوں گا، یہ سب باتیں سن کر بادشاہ نے سوچا کہ واقعی یہ تو سب کے سب دنیادار ہیں، مجھے اتنے پیسے خرچ کرنے کا کیا فائدہ؟ یہ ارادہ لے کر جب باہر نکلنے لگا تو دروازہ کے قریب اس نے دیکھا کہ ایک طالب علم چراغ جلائے پڑھ رہا ہے، اس نے سوچا کہ چلو اس سے بھی بات کرتا چلوں، چنانچہ بادشاہ قریب ہوا اور کہا، السلام علیکم، طالب علم نے کہا وعلیکم السلام، اور پھر پڑھنا شروع کردیا، بادشاہ نے کہا کہ کیا بات ہے کہ آپ مجھ سے کوئی بات ہی نہیں کرتے، طالب علم نے کہا، جی میں آپ سے یہاں باتیں کرنے تو نہیں آیا، بادشاہ نے پوچھا بھئی! آپ کس لئے آئے ہیں؟ طالب علم نے جواب دیا، میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ میں اپنے پروردگار کو راضی کروں، مجھے نہیں پتہ کہ میں اسے کیسے راضی کرسکتا ہوں، یہ باتیں ان کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں، میں وہ کتاب پڑھوں گا، ان باتوں کو سمجھ کر ان پر عمل کروں گا اور اپنے پروردگار کو راضی کروں گا، یہ بچہ جب بڑا ہوا تو اپنے وقت کا امام غزالیؒ بنا، یہ شیخ کی صحبت تھی جس نے بچپن سے ہی ان کے دل میں یہ جذبہ بھر دیا کہ دین پڑھنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے۔ (خطبات ذوالفقار: ص 201 ج 3)

اس کو کہتے ہیں شوق علم: حضرت امام محمدؒ ایک جگہ درس دے رہے تھے، وہاں سے چند میل کے فاصلے پر ایک بستی تھی، وہاں سے بھی لوگ ان کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت! آپ ہمارے یہاں بھی درس دیا کریں، انہوں نے فرمایا: کہ میرے پاس وقت بہت کم ہوتا ہے انہوں نے کہا، حضرت! ہم ایک سواری کا بندوبست کردیتے ہیں، آپ درس دیتے ہی اس پر سوار ہوں اور ہماری بستی میں آئیں اور وہاں درس دیکر جلدی واپس آجائیں، اس طرح پیدل آنے جانے میں جو وقت لگے گا وہی درس میں لگ جائیگا، آپ نے قبول فرمالیا، جب آپ نے وہ درس دینا شروع کیا تو یہ وہ دن تھے جب امام شافعیؒ ان کی خدمت میں پہونچے ہوئے تھے، انہوں نے بھی اپنی درخواست پیش کرتے ہوئے کہا، حضرت! مجھے بھی آپ سے یہ کتاب پڑھنی ہے، حضرت نے فرمایا: بھئی! اب کیسے وقت فارغ کریں گے، اب مجھے یہاں بھی درس دینا ہوتا ہے، اور وہاں بھی درس دینا ہوتا ہے، انہوں نے عرض کیا، حضرت! جب آپ یہاں درس دینے کے بعد سواری پر بیٹھ کر اگلی بستی کی طرف جائیں گے تو آپ سواری پر بیٹھے بیٹھے درس دیدیں میں سواری کے ساتھ دوڑتا بھی رہوں گا اور آپ سے علم بھی سیکھتا رہوں گا، تاریخ انسانیت طلب علم کی اس سے اعلیٰ مثال پیش نہیں کرسکتی یہ دین اسلام کا حسن و جمال ہے۔

شوق علم نیند اڑا دیتی ہے: امام محمدؒ امام شافعیؒ کے استاد تھے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے امام محمدؒ کے پاس ایک رات گذارنے کا موقع ملا فرماتے ہیں کہ انہوں نے عشاء کے بعد چراغ کے سامنے کتاب کھولی، اور اس میں سے کچھ پڑھا، پھر چراغ بجھا دیا اور لیٹ گئے، تھوڑی دیر کے بعد اٹھے، چراغ جلایا، پھر کتاب دیکھی اور پھر لیٹ گئے، پھر تھوڑی دیر کے بعد اٹھے چراغ جلایا کتاب دیکھی پھر لیٹ گئے، فرماتے ہیں کہ میں ساری رات جاگا اور میں نے گنا کہ انہوں نے ایک رات میں سترہ مرتبہ اٹھ کر چراغ جلایا، سترہ مرتبہ کا کیا مطلب؟ اگر آٹھ گھنٹے کی رات ہوتی ہر آدھا گھنٹہ بعد چراغ جلایا اب سوچئے کہ وہ سوئے کہاں؟ دراصل وہ چراغ بجھاتے اس لیے تھے کہ فالتو تیل نہ جلے اور اسراف (فضول خرچی) نہ ہوجائے پھر وہ جب لیٹتے تھے، تو نیند نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ غور و خوض اور تدبر و تفکر کیا کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ جب صبح اٹھے تو میں نے عرض کیا، حضرت! آپ رات کو سترہ مرتبہ اٹھے تھے، آپ کتنا سوئے ہونگے؟ تو امام محمدؒ نے جواب دیا، کہ میں رات سویا نہیں، بلکہ میں نے ایک ہزار مسائل کے جواب تلاش کرلیے ہیں،... اللہ اکبر۔

علم کے متلاشی ایسے بھی ہوتے ہیں: حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں کہ جب میں دارالعلوم میں حاضر ہوا تو اس وقت کلاس کے داخلے بند ہوچکے تھے ناظم تعلیمات نے انکار کردیا کہ ہم آپ کا داخلہ نہیں لے سکتے، میں نے ان سے گزارش کی حضرت آخر کیا وجہ ہے انہوں نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے دارالعلوم میں مطبخ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی طباخ ہے بلکہ بستی والوں نے ایک ایک دو دو طالب علموں کو کھانا اپنے ذمہ لے لیا ہے اس لیے جتنے طلبہ کا کھانا گھروں سے پک کر آتا ہے اتنے طالب علموں کو داخلہ دیتے ہیں اور بقیہ سے معذرت کرلیتے ہیں، اب کوئی ایک گھر بھی ایسا نہیں ہے جو مزید ایک طالب علم کا کھانا پکانے کی استطاعت رکھتا ہو، حضرت! فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اگر کھانے کی ذمہ داری میری اپنی ہو تو کیا پڑھنے کے لئے آپ مجھے کلاس میں بیٹھنے کی اجازت دے سکتے ہیں، انہوں نے فرمایا ٹھیک ہے اس طرح ان کو مشروط داخلہ مل گیا، حضرت فرماتے ہیں کہ میں سارا دن طلبہ کے ساتھ بیٹھ کر پڑھتا رہا، رات کو تکرار کرتا، اور جب طلبہ سو جاتے تو میں اساتذہ کی اجازت کے ساتھ دارالعلوم سے باہر نکلتا بستی میں سبزی یا فروٹ کی دوکانیں تھیں، اس وقت تک تو وہ دوکانیں بند ہوچکی ہوتی تھیں، میں ان کے سامنے جاتا تو مجھے کہیں سے آم کے چھلکے، کہیں سے خربوزے کے چھلکے اور کہیں سے کیلے کے چھلکے مل جاتے، میں انہیں وہاں سے اٹھا کر لاتا اور دھو کر صاف کرتا اور پھر کھالیتا، میرے چوبیس گھنٹے کا یہ کھانا ہوتا تھا، میں نے پورا سال چھلکے کھا کر گذارا مگر اپنا سبق ناغہ نہ کیا۔

امام اعظمؒ کا معمول : حضرت مام اعظمؒ بھی دوپہر کو قیلولہ کی نیت سے سو جاتے تھے اور باقی پورا وقت عبادت میں گزارتے تھے۔ یہ بات پہلے سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ لیکن ذکر کی لائن میں لگنے کے بعد بالآخر سمجھ میں آگئی کہ ہمارے مشائخ کو ساری ساری زندگی عبادات کی توفیق کیسے مل جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیند کے وقت میں برکت دے دیتے تھے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کی نیند ان کے جسم کو سکون دے دیتی تھی۔ ان کے نزدیک سونا بڑائے سونا تو ہوتا نہیں۔ نیند کا مقصد تو جسم کو راحت دینا ہوتا ہیکہ جسم تازہ دم ہوجائے اور پھر کام میں لگ جائے۔ اسی لئے حضرت مرشد عالمؒ اپنے آخری ایام میں فرمایا کرتے تھے اب میرے لئے دن اور رات کا فرق ختم ہوگیا ہے۔ (خطبات ذوالفقار ص 11/157)

بچوں کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آیئے

ڈاکٹر سراج الدین ندوی

بچے قوم اور ملک کا مستقبل ہیں۔آج کے بچے کل جوان ہوں گے اور ملک اور گھر کی باگ ڈور سنبھالیں گے۔اس کا مطلب ہے کہ ہم اپنے بچوں کی جیسی تربیت کریں گے یا انھیں جیسا ماحول فراہم کریں گے وہ ویسے ہی بنیں گے۔اکثر مواقع پر دیکھا گیا ہے کہ یہ کہہ کر بچوں کو نظر انداز کردیا جاتا ہے کہ یہ ابھی بچے ہیں۔مسلم امت اس طرف سے کچھ زیادہ ہی غافل ہے۔جب کہ دین اسلام میں بچوں کی تربیت پر بہت زور دیا گیا ہے۔

اپنے بچوں سے تو زیادہ تر لوگ محبت کرتے ہیں،لیکن اسلام کی تعلیمات اور اسوہ رسول کے مطابق بلاتفریق مذہب وملت سبھی بچے آپ کی عنایت وتوجہ اور محبت وشفقت کے مستحق ہیں۔ان کے ساتھ پیار اور شفقت سے پیش آیئے۔ان کے ساتھ ترش روئی اور تلخ کلامی سے پرہیز کیجئے۔میٹھے بول بولئے اور ان کے نرم ونازک دل کو ٹھیس نہ لگنے دیجئے۔چھوٹوں کے لیے سراپا محبت بن جایئے۔ان کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ اور کرخت لب ولہجہ اختیار نہ کیجئے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:’’وہ شخص ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے‘‘۔(ابوداؤد)

اپنے سے چھوٹوں پر بے پناہ شفقت کیجئے۔ان کے لیے سراپا رحم بنے رہیے۔جب گھر سے باہر نکلیں اور بچے کھیلتے یا گھومتے نظر آئیں تو بڑھ کر انہیں سلام کیجئے۔چھوٹے بچوں کو گود میں اٹھا لیجئے۔انہیں پیار کیجئے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بچے راستے میں ملتے ان کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے۔پہل کر کے انہیں سلام کرتے۔حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرتے تو سلام کرتے حالانکہ ہم بچے تھے۔(ابن ماجہ)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے دونوں بیٹوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو چوما،اقرع بن حابسؓ وہاں موجود تھے۔انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:’’میرے دس بیٹے ہیں،لیکن میں نے کبھی کسی کو نہیں چوما۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرع بن حابسؓ کو دیکھا اور فرمایا:’’جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔‘‘(بخاری)

بچوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا رویہ اپنایئے۔میٹھے انداز میں ان سے بات کیجئے۔ان کی کوتاہیوں کو نظرانداز کیجئے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دس سال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا مگر آپ نے کبھی اُف تک نہ کہا،جو کام میں نے جس طرح کردیا آپ نے یہ نہیں فرمایا:’’کہ یہ کیوں کیا؟ اور اگر کوئی کام نہ کرسکا تو یہ نہیں فرمایا:’’یہ کیوں نہیں کیا؟‘‘

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا:’’آپ لوگ بچوں کو چومتے ہیں ہم تو ان کو نہیں چومتے۔‘‘ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’اگر خدا تمہارے دل سے محبت نکال دے تو میرا کیا بس ہے؟(متفق علیہ)

اگر چھوٹوں سے کوئی غلطی ہوجائیں تو عفو ودرگزر سے کام لیجئے۔محبت وپیار سے سمجھا بجھا کر بات کو ختم کردیجئے۔ایک بار جو غلطی ہوجائے،اسے بار بار یاد نہ دلایئے،اس سے ضد اور چڑ پیدا ہوسکتی ہے اور اس غلطی کو دوہرانے کا جذبہ بھی جڑ پکڑ سکتا ہے۔غلطی پر دوسروں کے سامنے نہ ٹوکئے بلکہ تنہائی میں دلنشیں انداز میں سمجھایئے۔

ایک بار عمرو بن ابوسلمہؓ آپ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے ان کا ہاتھ کبھی پلیٹ کے کسی حصہ میں پڑتا اور کبھی کسی حصہ میں،آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ بے ڈھنگا پن دیکھا تو ناراض نہیں ہوئے بلکہ نہایت پیار اور دلسوزی سے سمجھایا

’’اے پیارے بچّے (جب کھانا کھایا کرو) تو بسم اللہ پڑھ لیا کرو،داہنے ہاتھ سے کھایا کرو اور اپنی طرف سے کھایا کرو۔‘‘

ایک بار حضرت عبداللہ بن بشیرؓ کی والدہ نے ان کے ہاتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ انگور بھیجے۔حضرت عبداللہ راستے میں کھا گئے۔بعد میں اصل معاملہ کھلا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پیار سے عبداللہ کا کان پکڑتے اور کہتے یا غدَّ ارُ یا غدَّ ارُ (اودھوکے باز اودھوکے باز)۔

بچّے اپنے بڑوں کی تقلید کرتے ہیں۔شعوری اور غیر شعوری طور پر ان کی اچھائیوں یا برائیوں کو اپناتے ہیں،ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔آپ ہمیشہ بچوں کے سامنے اچھا نمونہ پیش کیجئے۔اپنی گفتگو،شیریں بیانی،وضع قطع،رہن سہن اور اخلاق وکردار سے بچوں کی کردار سازی کیجئے۔

حضرت سہل بن سعدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مشروب لایا گیا،اس وقت مجلس میں کچھ دوسرے لوگ بھی موجود تھے۔دائیں جانب ایک لڑکا تھا اور بائیں جانب کچھ معمر لوگ تھے۔آپ نے دائیں جانب بیٹھے ہوئے لڑکے سے کہا:’’کیا تم مجھے اجازت دے سکتے ہو کہ پہلے ان شیوخ کو پلا دوں۔‘‘(بخاری ومسلم)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر کام دائیں جانب سے کرنا پسند فرماتے تھے اور یہی تلقین اپنے ساتھیوں کو بھی کرتے تھے۔مجلس میں معمر لوگ بائیں جانب تھے۔اس لیے بچے سے پہلے اجازت لی تاکہ بچے کے حاشیۂ ذہن میں یہ بات نہ آسکے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہیں اس کا حق تو تلف نہیں کررہے ہیں۔اس کی یہ بھی تربیت کی کہ ایسے مواقع پر حق داروں سے اجازت لینی چاہیے۔

چھوٹوں کے ساتھ ہر وقت لیے دیے اور لگے بندھے نہ رہیے۔کبھی کبھی بے حجابانہ بے تکلفی کا مظاہرہ کیجئے۔لطیف ہنسی مذاق بھی کیجئے۔قصے کہانیوں سے ان کا دل بھی بہلایئے اور شگفتہ وفرحت انگیز ماحول عطا فرمایئے۔

حضرت انسؓ کے بھائی ابوعمیرؓ نے ایک ممولا پال رکھا تھا۔وہ مر گیا۔حضرت ابوعمیرؓ بہت اداس تھے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور محبت بھرے انداز میں بولے:اے ابوعمیر! تمہارے ممولے کو کیا ہو گیا۔

اپنے چھوٹوں کی ایسی تربیت کیجئے کہ جب کل وہ بڑے ہوں اور آپ کی ذمہ داریاں ان کے کاندھوں پر آئیں تو وہ اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دے سکیں۔ان کی تربیت کے سلسلے میں ان کے جذبات واحساسات کا بھرپور خیال رکھئے۔ان کے فطری تقاضوں کو سمجھئے اور جائز حدود میں انہیں پورا کیجئے۔

عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ بچوں کے ساتھ لوگوں کا معاملہ بڑی سختی اور تلخی کا رہتا ہے۔مسجد جو بہت مقدس مقام ہے وہاں بھی بچوں کی معمولی حرکت پر انہیں خوب لتاڑا جاتا اور پھٹکار سنائی جاتی ہے۔نتیجہ میں بچے مسجد میں آنا چھوڑ دیتے ہیں اور انہیں اپنے بڑوں سے تنفر ہونے لگتا ہے۔اگر بچوں کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کا معاملہ کیا جائے تو انہیں اللہ کے گھر سے بھی نسبت ہوگی اور اپنے بڑوں کی عزت واحترام کا جذبہ بھی پروان چڑھے گا۔احادیث میں آتا ہے کہ ایسا بھی ہوتا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں۔اللہ کے حضور سجدہ ریز ہیں،آپ کے نواسے حضرت حسن وحسین (جو ابھی بچے ہیں) آتے ہیں اور آپ کے کاندھوں اور پیٹھ پر چڑھ جاتے ہیں۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نہ دھتکارتے ہیں نہ سخت سست کہتے ہیں بلکہ سلام پھیرنے کے بعد انہیں پیار سے چمٹا لیتے ہیں اور مسکرا کر انہیں چوم لیتے ہیں۔روایات میں آتا ہے کہ آپ اپنے نواسوں کی خوشی کے لیے کبھی کبھی سجدہ طویل کردیتے تاکہ دونوں نواسے آپ کی سواری سے محظوظ ہوتے رہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھا رکھا ہے اور ان کا لعاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہہ رہا ہے۔(مسند احمد) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائیں تو آپ کے ساتھ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما بھی تھے ایک کندھے پر ایک اور دوسرے کندھے پر دوسرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک کو بوسہ دیتے اور کبھی دوسرے کو اسی طرح چلتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قریب آگئے تو ایک آدمی نے پوچھا:یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان دونوں سے بڑی محبت کرتے ہیں،نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جوان دونوں سے محبت کرتا ہے گویا وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔(بخاری) ابوموسی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حسن وحسین آگئے دونوں نے سرخ کرتے پہن رکھے تھے اور گرتے پڑتے چلے آرہے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے اترے اور ان دونوں کو گود میں اٹھا لیا پھر فرمایا اللہ تعالی سچ فرماتے ہیں کہ تمہارے مال اور اولادیں فتنہ ہیں۔میں نے انہیں گرتے پڑتے ہوئے آتے ہوئے دیکھا تو صبر نہ کرسکا۔یہاں تک کہ منبر سے اتر کر انہیں’’(گود میں) اٹھا لیا۔(ترمذی) یہ اللہ کے رسول کا اسوہ حسنہ تھا اور دوسری طرف آپ کے امتیوں کا بچوں کے ساتھ نارواسلوک ہے۔دراصل بڑے اپنے بچپن کو بھول جاتے ہیں اور وہ بچوں کو بھی اپنے معیار پر جانچنے لگتے ہیں۔یہ وہ بنیادی غلطی ہے جس کا ارتکاب عام مسلمان کررہے ہیں۔اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے سے چھوٹوں پر شفقت کرنے اور اپنے سے بڑوں کی عزت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

فقط مال و زرو دیوارو در اچھا نہیں لگتا
جہاں بچے نہیں ہوتے وہ گھر اچھا نہیں لگتا

21/ مئی کو وفاق المدارس الاسلامیہ کا انتخابی اجلاس

امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم کے حکم سے وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ کی مجلس عمومی کا انتخابی اجلاس 21 مئی 2023 بروز اتوار بوقت دس بجے دن بمقام دارالعلوم سجاد نگر لڑوارہ، ضلع بیگوسرائے منعقد ہوگا۔اس کی پہلی نشست دس بجے دن سے ساڑھے بارہ بجے دن تک ہوگی،جس میں مدارس کی اہمیت و افادیت،مدارس کو درپیش مسائل اور ان کے حل پر اہل فکر ونظر اور اکابر علماء کا خطاب ہوگا۔یہ اجلاس عمومی اور عوامی ہوگا،،ایک بجے دن سے دوسری نشست کا آغاز ہوگا،جس میں وفاق سے ملحق مدارس کے ذمہ داران اور نمائندگان شریک ہوسکیں گے۔اور نئی میقات کے لیے ذمہ داران کا انتخاب عمل میں آئے گا۔یہ اجلاس حضرت امیر شریعت مدظلہ العالی کی صدارت،نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب کی باوقار موجودگی اور قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کی عمومی نگرانی میں منعقد ہوگا۔ناظم وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے وفاق سے ملحق مدارس کے ذمہ داروں سے گذارش کی ہے کہ وہ اس اہم انتخابی اجلاس میں ضرور شریک ہوں،تاکہ وفاق کو مزید منظّم اور مستحکم کیا جاسکے۔انہوں نے دارالعلوم سجاد نگر لڑوارہ کے ذمہ داران اور دارالقضاء امارت شرعیہ گوگری کے قاضی شریعت مولانا قاضی ارشد صاحب قاسمی کا خصوصی شکریہ ادا کیا ہے۔جو اجلاس کو کامیاب اور بامقصد بنانے کے لیے شب وروز پوری دلچسپی کے ساتھ کوشاں ہیں،یہ اطلاع مولانا سعید کریمی رفیق وفاق المدارس الاسلامیہ نے دی ہے۔

مصروفیت اور فرصت کے پیمانے

علیزے نجف

آج کی اس بھاگتی دوڑتی دنیا میں ایک جملہ زبان زد خاص و عام ہو چکا ہے وہ ہے 'میں بہت مصروف ہوں، کیا کروں وقت ہی نہیں ملتا' بیشک ہم بہت مصروف ہو چکے ہیں اتنے مصروف کہ اب ہمارے پاس خود کے لئے بھی وقت نہیں ہوتا۔ بیشک مصروف ہونا اچھی بات ہے لیکن اس مصروفیت کے موضوع پہ بات کرتے ہوئے ذہن میں جو سوال سب سے پہلے آتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم کہاں مصروف ہیں اور جن مصروفیات نے ہم سے ہمارا وقت چھین لیا ہے اس کے نتائج ہماری زندگی پر کیسے اثرات مرتب کر رہے ہیں۔ کیا ہم سچ میں مصروف ہیں یا ہم محض خود کو مصروف ظاہر کرنے کے لئے منفی و مثبت اور اچھے و برے کی تمیز کئے بغیر ارد گرد کی کسی بھی سرگرمی میں خود کو مصروف کر رکھا ہے۔ یہ مصروفیت واقعی میں ہے یا ہم خلائی نکتوں پہ نظریں جمائے خود کو ذہنی طور پہ بے بنیاد مشاغل میں مصروف کئے ہوئے ہیں یہ سارے سوال ایسے ہیں جو کہ ہمیں خود سے ضرور پوچھنا چاہئے اور پھر جو جواب ملے اس کی روشنی میں آگے کا لائحہ عمل طئے کرنا چاہئے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ہم زندگی گذارتے ہوئے کبھی یہ سوچنے کی زحمت نہیں کرتے کہ ہم کس راستے پہ رواں ہے اور ہماری منزل تک رسائی حقیقت میں ممکن ہے کہ نہیں۔

میں مصروف ہوں یہ ایک ایسا جملہ ہے جو کہ ہم اس لئے بھی بولتے ہیں تا کہ ہم سامنے والے پہ یہ تاثر ڈال سکیں کہ وہ ہم کو ارزاں خیال کرنے کی غلطی نہ کرے۔

میں نے پہلے برصغیر کے مشہور دانشور اور مفکر علامہ واصف علی واصف کا ایک مضمون پڑھا جس میں انھوں نے ایک جگہ لکھا تھا "مصروفیت کا عالم یہ ہے کہ کسی کے پاس کسی کے لئے وقت نہیں ...... ہمیں اپنے لئے وقت میسر نہیں آتا ...... ہم مصروف ہیں ...... ہمارے لئے ہماری مصروفیت ہی خود گریزی، خود فریبی، خود شکنی اور خود فراموشی کا جواز فراہم کرتی ہیں۔ ہم ایک کام کرتے ہیں تو دوسرا کام بھول جاتے ہیں۔ ہمارے پاس بہت سے مقاصد ہیں۔ بڑے منصوبے ہیں ...... طویل پروگرام ہے ...... کثیر ارادے ہیں، بیشمار عزائم ہیں۔ بس ہر شئے کی کثرت ہے صرف وقت کی قلت ہے زندگی مختصر ہے اور مصروفیات بیانداز ... ہم کیا کریں ...... ہم سوچتے ہیں تو ندامت ہوتی ہے اس لئے ہم سوچنے کے بجائے کام میں مصروف ہو جاتے ہیں"

واصف علی واصف صاحب نے بہت ہی مدبرانہ انداز میں ہماری بے بنیاد مصروفیت کی حقیقی منظر کشی کی ہے، کہیں نہ کہیں انھوں نے یہ بھی کہنے کی کوشش کی ہے ہماری مصروفیات اکثر حقیقی معنوں میں اتنی بے بنیاد ہوتی ہے کہ ہم پوری زندگی مصروف رہ کے بھی نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم کی تصویر بنے رہتے ہیں۔

پھر بھی ہمیں احساس نہیں ہوتا کہ ہم نے کیا گنوایا ہے اور اس کی قیمت کیا ہے۔

مشاہدہ و مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہم میں سے اکثر لوگ محض مصروف رہنے کے لئے کسی بھی سرگرمی کو اپنا لیتے ہیں، آج کے دور میں مصروفیت کا سب سے بڑا ذریعہ سوشل میڈیا ہے جس میں گھنٹوں سرفنگ کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بہت مصروف ہوں اب فلاں فلاں کام بعد میں ہوں گے جن کاموں کو وہ ملتوی کرتے ہیں ان کا کرنا ضروری ہوتا ہے اور اس کے نہ ہونے سے مسائل پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ذہنی سکون بھی متاثر ہوتا ہے۔ اور زندگی بے ترتیبی کا شکار ہو جاتی ہے جس میں بننے والے کام بھی بگڑنے لگتے ہیں کیوں کہ بے ترتیبی کسی بھی معاملے کو مسئلہ بنانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

مصروفیت کے حوالے سے بات کرتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے اندر تجزیاتی صلاحیت کو بیدار کریں جس کو دوسرے لفظوں میں محاسبۂ ذات کہہ سکتے ہیں۔ بیشک مصروف رہنا یونہی خالی رہنے اور تصور میں ٹامک ٹوئیاں مارنے سے بہتر ہے لیکن اس مصروفیت سے مراد محض وقت گذاری کے لئے کسی بھی سرگرمی کو اپنانا نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد ایسی مصروفیت ہے جس کے نتائج زندگی کو بہتر بنانے میں معاون ہوں ہر شخص کے لئے مصروفیت کی نوعیت الگ الگ ہوتی ہے، ایک مصنف کے لئے لکھنے میں وقت گزارنا اس کی صلاحیتوں کو جِلا دینے کے لئے ضروری ہے اس کے برعکس اگر وہ انسان جو لکھنے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوئے قلم سے آڑی ترچھی لکیریں بناتا رہے اس کے لئے وہی قلم کاغذ کوئی نتیجہ نہیں پیدا کر سکتا اور یہ بے جا مصروفیت ہی ہوگی، اس لئے ضروری ہے کہ ہر انسان اپنے لئے ان مصروفیات کا باقاعدہ سوچ سمجھ کر انتخاب کرے جو کہ اس کے لئے مقصد حیات بھی ہو اور اس سے اس کی جذباتی تسکین بھی ہو سکے۔

مصروف رہنا اور صحیح جگہ پہ مصروف رہنا اس لئے بھی ضروری ہے کیوں کہ جب ذہن خالی ہوتا ہے تو شیطان بڑی آسانی کے ساتھ اسے اپنا اسیر بنا لیتا ہے چوں کہ ایسے میں اس کے پاس نہ اپنے نظریات ہوتے ہیں اور نہ ہی مقصد حیات اس لئے وہ بآسانی کسی بھی طرح کے خیالات کو قبول کر لیتا ہے اسی لئے تو کہتے ہیں خالی دماغ شیطان کا کارخانہ۔ اور شیطان صرف تخریبی سرگرمیوں کے لئے پہچانا جاتا ہے اور انسان ایسی تخریب کاری کے نتائج کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

انسان کا بائیولوجیکل سسٹم خودکار طریقے سے کام کرتا ہے اسی طرح دماغ کی سوچنے کی صلاحیت بھی خودکار طرز کے ساتھ ایکٹو رہتی ہے جب اس کے پاس کچھ مثبت اور بامقصد سوچنے کو نہیں ہوتا تو وہ آس پاس کی منفی عناصر میں دلچسپی لینا شروع کر دیتا ہے یہاں تک کہ اس کا اس قدر اسیر ہو جاتا ہے کہ اس کی منفیت کو وہ تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں ہوتا اور مثبت پہلو اس کے لئے بےبنیاد اور غیر ضروری ہو جاتے ہیں اس کے اثرات اس کی خاندانی اور معاشرتی دونوں ہی زندگیوں پہ پڑتے ہیں جو کہ مسائل کو جنم دینے والے ہوتے ہیں۔ مثبت تعمیری ذہن ہمیشہ غیر ضروری مسائل سے بچنے کی کوشش کرتا ہے جب کہ منفی پسند ذہن معمولی مسائل کو بھی اس قدر گمبھیر کر دیتا ہے کہ رشتے و معاملات سب تباہ ہونے لگتے ہیں اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مصروفیت کے ساتھ مصروفیات کی نوعیت کا خیال رکھنا سب سے زیادہ ضروری ہے۔

جدید تکنیکی دور نے نئی نئی مصروفیات کے دروازے کھول دیئے ہیں جو کہ اس قدر پرکشش ہیں کہ یہ بآسانی کسی کو بھی اپنی طرف راغب کر لیتے ہیں اور جب ہمارے پاس زندگی کے لئے کوئی لائحہ عمل ہی نہ ہو تو اس طرح کی بے بنیاد مصروفیات سے بچنے کا کوئی راستہ بھی نہیں ہوتا ایک سیاح جو اپنی صحیح معنوں میں مصروف ترین زندگی سے کچھ وقت نکال کر قدرت کے حسین نظاروں کی سیر کو نکلتا ہے چوں کہ اس کا مقصد تفریح ہی ہوتا ہے اس لئے وہ کسی بھی پر لطف منظر میں کھو کر گھنٹوں گزار دیتا ہے پھر وہ واپس اپنی زندگی کے مقاصد کی تکمیل میں مصروف ہو جاتا ہے ایک غیر نتیجہ خیز زندگی گزارنے والے انسان کا حال اس سے بالکل مختلف ہوتا ہے وہ مقصدیت سے دور ہو کر ساری زندگی یوں ہی تفریح میں گزار دیتا ہے مقصدیت سے خالی زندگی کسی بھی تفریح کی خوشی کو تادیر باقی نہیں رہنے دیتی ایسے ہی افراد کا ذہنی و جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہونے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں ایسے افراد ساری زندگی مصروفیت کا واویلا کرتے ہوئے زندگی گزار دیتے ہیں حالانکہ وہ نہ مصروف ہوتے ہیں اور نہ ہی خود کو میسر۔ وہ ایسی جلد بازی میں زندگی گزار دیتے ہیں جس میں اسے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اسے کس بات کی جلدی ہے۔

ہم نے بامقصد مصروفیت اور بیجا مصروفیت کی بات کر لی اب ضروری ہے کہ ہم یہ جاننے کی کوشش کریں کہ ہمارے لئے بہتر کیا ہے مصروفیت یا فرصت ۔۔۔ سچ یہی ہے کہ ہم کو فرصت اور مصروفیت دونوں کو ہی اپنی زندگی میں رکھنا چاہئے اس دنیا میں ہمارا پیدا کیا جانا مقصد سے خالی نہیں اس لئے اس مقصد کی تکمیل کے ساتھ ہمارے لئے اس دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے مطلوب وسائل کے حصول کے لئے بھی مصروف رہنا ضروری ہے وہیں ہمارے لئے فرصت بھی اس لئے ضروری ہے کہ ہم کچھ وقت خود کے ساتھ بھی گزار سکیں فطرت کے حسن سے آنکھوں کو سیراب کر سکیں فاطر کائنات کی تخلیقات پہ غور کر سکیں ہم ایک جسمانی وجود کے ساتھ ساتھ ذہنی اور روحانی وجود بھی رکھتے ہیں ان کے بھی اپنے تقاضے ہوتے ہیں جو ہمیں ہی ادا کرنے ہوتے ہیں جب ہم بیجا مصروفیات سے آزاد ہوں گے تبھی ان تقاضوں کی ادائیگی کر پائیں گے ہمارے یہاں جو ہر سو ہیجان برپا نظر آ رہا ہے اس کے پیچھے وجہ یہی ہے کہ ہم صحیح جگہ پہ اپنی توجہ دینے کے بجائے بیجا مشاغل میں مصروف ہو چکے ہیں ذہن اور روح کے تقاضوں کو نظر انداز کر کے خوش رہنے کے خواب دیکھنا خود کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ کسی بھی عمل کے صحیح اور غلط ہونے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کی نتیجہ خیزی پہ غور کیا جائے کیوں کہ ہم کوئی اقدام محض اقدام سے لطف اندوز ہونے کے لئے نہیں کرتے بلکہ اس سے ایک مطلوبہ نتیجے تک پہنچنا چاہتے ہیں اگر وہ نتیجہ حاصل ہو جائے تو ہم ہر طرح کی تکلیف اور اذیت کو بھلا دیتے ہیں۔ آج کی تاریخ میں میں جبکہ دنیا گلوبل ولیج بن چکی ہے معلومات کا ایک طوفان ہے جو امنڈا چلا آ رہا ہے سب کچھ محض ایک کلک کی دوری پہ ہے ایسے میں منصوبہ بندی کی اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے، یہ منصوبہ بندی ہمیں توازن کے ساتھ جینے میں معاون ہوتی ہے مصروفیت اور فرصت دونوں کے اپنے فائدے ہیں اس سے استفادہ کرنے کے لئے شعور کو ڈیولپ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، شعور معلومات کے ذخیرے سے نہیں بلکہ غور و فکر کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔

خوابیدہ ملت کو بیدار کرنے کی ضرورت

ایمان اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈاکہ ڈالنے والوں نے فریب کا نیا جال بچھایا ہے، اپنے ناپاک اور مشرکانہ مقاصد کی تکمیل کے لئے، مسلم شہزادیوں اور ملت کے بیٹیوں کو نشانہ بنا رہے ہیں اور ارتداد کی راہ پر ڈال رہے ہیں۔ یہ پہلا موقع نہیں ہے، ارتداد کی یہ لہر کبھی شدھی سنگھٹن تحریک کی شکل میں بھی دیکھنے کو ملی تھی۔ دراصل اقتدار کے پجاری اپنے عزائم کی تکمیل کے لے نت نئے ہتھکنڈوں کا استعمال کرتے رہے ہیں۔ کبھی راجہ کو راجہ رشی کی ہدایت کا پابند بنا کر یہ طبقہ در پردہ اقتدار پر قابض رہا تو کبھی راست طور پر عنان حکمرانی ان کے ہاتھوں میں رہی۔ غیر منقسم ہندوستان کی آبادی میں مجموعی طور پر مسلمان ایک تہائی حصہ تھے اور برہمنوں کا یہ تصور تھا کہ جب تک مسلمان اتنی بڑی تعداد میں موجود رہیں گے برہمن اقتدار کا تصور فضول ہے۔

شدھی تحریک کے موقع پر چند اہل اللہ اور جواں سال علماء کی فعال ٹیم نے دعوت و تبلیغ اور ذہن سازی اس موثر انداز سے کی کہ ارتداد کی لہر تھم گئی اور ایمان پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو منہ کی کھانی پڑی۔ آج پھر یہ طوفان بلاخیز ہمارے گھروں کا رخ کر چکا ہے۔ اس سے قبل کہ یہ سونامی کی شکل اختیار کر لے ہمیں خوابیدہ ملت کو بیدار کرنا ہوگا اور انہیں اپنے گھر کا چوکیدار بنانا ہوگا۔ تا کہ ایمان کا لٹیرا اپنے منصوبے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

(حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت)

اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

تعلیم و روزگار

سیر بیا شوٹنگ کا ملزم گرفتار

سیر بیا کے دارالحکومت بلغراد کے قریب ایک پرتشدد واقعے میں ملوث مبینہ حملہ آور کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ شوٹنگ کے اس واقعے میں کم از کم آٹھ افراد ہلاک ہوگئے تھے۔ سیر بین میڈیا کے مطابق مشتبہ حملہ آور کو جمعے کی صبح حراست میں لے لیا گیا۔ یہ گرفتاری سیر بیا کے وسطٰی قصبے کرا گوجیواچ میں عمل میں آئی۔ سیر بیا میں دو روز میں اندھا دھند فائرنگ کا یہ دوسرا واقعہ تھا۔ اس واقعے میں دس سے زائد افراد زخمی بھی ہوگئے تھے۔ دارالحکومت بلغراد کے جنوب میں پچاس کلومیٹر دور واقعے گاؤں ڈُوبونا میں 21 سالہ مشتبہ حملہ آور نے اندھا دھند فائرنگ کر کے آٹھ افراد کو ہلاک کر دیا تھا اور جائے واقعہ سے فرار ہوگیا تھا۔ اس حملہ آور کی گرفتاری کے لیے پولیس نے ایک وسیع آپریشن کا آغاز کیا تھا، جس میں چھ سو سے زائد اہلکار تعینات کیے گئے تھے، جن میں انسداد دہشت گردی شعبے کے اہلکار بھی شامل تھے۔ کرا جیواچ گاؤں جہاں سے اس مشتبہ حملہ آور کو حراست میں لیا گیا، جائے واقعے سے سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اب تک اس واقعے کے در پردہ محرکات کی بابت تفصیلات سامنے نہیں آئی ہیں۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

سعودی عرب میں ای ویزا سروس کا آغاز

سعودی عرب نے ویزا اسٹیکر ختم کر کے 7 ممالک میں ای ویزا سروس کا آغاز کیا ہے۔ سعودی میڈیا کے مطابق عرب کی وزارتِ خارجہ کی جانب سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ ای ویزا سروس کی سہولت حاصل کرنے والے ممالک میں متحدہ عرب امارات، اردن، مصر، بنگلہ دیش، بھارت، فلپائن اور انڈونیشیا شامل ہیں۔ بیان میں کہا گیا ہے ان ممالک کے لیے روایتی ویزا اسٹیکرز ختم کردیے گئے ہیں اور کیو آر کوڈ کے ساتھ ای ویزا کے استعمال کا آغاز کر دیا گیا ہے جس کا مقصد ویزا کے حصول کو خودکار اور آسان بنانا ہے۔ اس طریقہ کار کے ذریعے ساتوں ممالک کے شہری ورک، وزٹ، اقامتی اور سیاحتی ویزا باآسانی حاصل کرسکیں گے۔ یہ اقدام خلیج تعاون کونسل (جی سی سی) کے رکن ممالک کے درمیان مشترکہ ویزے کے اجراء کے لیے بات چیت کے بعد اُٹھایا گیا ہے۔ یاد رہے کہ سعودی عرب نے سیاحت کے فروغ اور غیر ملکیوں کو راغب کرنے کے لیے حال ہی میں ویزا کے طریقے کار میں نمایاں تبدیلیاں اور قوانین میں نرمی کی ہے۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

سوڈان تنازعہ: ''آپریشن کاویری'' کے تحت 3,800 لوگوں کی وطن واپسی

ہندوستان کے وزارت خارجہ (MEA) نے کہا کہ ہندوستان نے آپریشن کاویری کے تحت سوڈان سے تقریباً 3,800 لوگوں کو بچایا ہے۔ ٹویٹر پر وزارت خارجہ کے ترجمان ارندم باغچی نے کہا کہ 47 افراد کے بیچ کے ساتھ ایک اور آئی اے ایف طیارہ جدہ سے دہلی کے لیے روانہ ہوا۔ باغچی نے کہا کہ آئی اے ایف کا C-130J طیارہ سوڈان سے 47 افراد کے انخلاء کے ساتھ جدہ سے دہلی روانہ ہوا۔ قابل ذکر ہے کہ سوڈان میں گزشتہ ماہ تنازع شروع ہونے کے بعد سے ہندوستان آپریشن کاویری کے تحت اپنے شہریوں کو نکال رہا ہے۔ 15 اپریل 2023 کو خرطوم اور سوڈان کے دیگر حصوں میں تنازعہ شروع ہونے کے بعد ہندوستانی حکومت نے یہ آپریشن شروع کیا۔ آپریشن کاویری کے 10 دنوں کے دوران سیکڑوں ہندوستانیوں کو کئی قسطوں میں نکالا گیا ہے۔ سوڈان میں لڑائی سے 860,000 لوگوں کے پڑوسی ممالک کے لیے بھاگنے کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ اقوام متحدہ کے پناہ گزینوں کے ادارے یو این ایچ سی آر (UNHCR) نے جمعرات کو اکتوبر تک بے گھر ہونے والوں کی مدد کے لیے 445 ملین امریکی ڈالر کی اپیل کی۔ اقوام متحدہ کے اندازوں کے مطابق حالیہ کشیدگی سے پہلے ہی سوڈان کے اندر 330,000 سے زیادہ لوگ بے گھر ہو چکے ہیں اور 100,000 سے زیادہ کو وہاں سے نکلنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ (نیوز۔18)

امریکہ کے ٹیکساس میں 8 سالہ بچہ سمیت پانچ لوگوں کا قتل

امریکہ کے ٹیکساس میں ہفتہ کو ایک بندوق بردار نے پانچ لوگوں کا گولی مار کر قتل کر دیا۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق، مہلوکین میں آٹھ سال کا ایک بچہ بھی شامل ہے۔ یہ واقعہ ٹیکساس کے کلیولینڈ میں پیش آیا ہے۔ پولیس عہدیداروں کے مطابق بندوق بردار اپنے یارڈ میں گولیاں چلا رہا تھا۔ پڑوسی نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا، کیونکہ انہیں سونے میں پریشانی ہو رہی تھی۔ اس سے ناراض بندوق بردار نے آٹھ سالہ بچے سمیت پانچ لوگوں کو گولی ماردی۔ سان جیسنٹو کاؤنٹی کے شیرف گریگ کیپرز نے کہا کہ بندوق بردار اپنے صحن میں رائفل سے گولی چلا رہا تھا۔ پڑوسیوں نے اس سے فائرنگ بند کرنے کو کہا کیونکہ ایک بچہ سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیپرز نے کہا کہ بندوق بردار نے پھر پڑوسیوں پر فائرنگ کی۔ ان کا کہنا تھا کہ حملہ آور واقعے کے وقت نشے میں تھا۔ افسر نے بتایا کہ مشتبہ شخص اپنی رائفل کے ساتھ آنے والے متاثرین کے گھر کے سی سی ٹی وی کیمرے میں قید ہوا ہے۔ امریکہ میں فائرنگ کے واقعات بہت عام ہوگئے ہیں۔ گن وائلنس آرکائیو کے مطابق، ملک میں اب تک کم از کم 174 اجتماعی گولی باری کے واقعات سامنے آچکے ہیں۔ (نیوز۔18)

مذہبی رہنما کے حکم کے نتیجے میں بھوک سے ایک ہزار افراد ہلاک

کینیا کے مالندی قصبے میں ایک پادری نے اپنے متبعین کو بھوکا رہنے کی صورت میں حضرت عیسیٰ سے ملاقات کا وعدہ کیا جس کے نتیجہ میں بھوک سے 1000 افراد ہلاک ہوگئے ہیں جن کی لاشیں تلاش کی جا رہی ہیں۔ میڈیا کے مطابق چرچ آف گڈ نیوز انٹرنیشنل کے اس فرقے کے رہنما پال میکنزی نیتھنگ نے پولیس کو بتایا کہ وہ کم از کم 1000 ایسے لوگوں کو تلاش کریں گے جو عیسیٰ سے ملنے گئے تھے۔ بتایا گیا کہ مالندی میں گڈ نیوز انٹرنیشنل چرچ کے قریب شکاہولا جنگل سے ملنے والی لاشوں کی تعداد 73 تک پہنچ گئی ہے جب کہ 112 افراد تاحال لاپتہ ہیں اور لاشوں کی تعداد میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ دوسری جانب، کینیا کے صدر ولیم روٹو، جنہوں نے پہلی بار اس موضوع پر بیان دیا، کہا کہ فرقے میں جو کچھ ہوا وہ دہشت گردی سے مختلف نہیں ہے۔ (بصیرت آن لائن)

بھارتی برآمدات 900 ارب ڈالر تک پہنچنے کا امکان

بھارت دنیا کی نئی منڈیوں میں قدم جمارہا ہے۔ عالمی سطح پر چلنے والی ''معاشی سرد ہواؤں'' کے باوجود رواں مالی سال اس کی تیار کردہ مصنوعات اور پیشہ ورانہ خدمات کی برآمدات 900 بلین ڈالر تک پہنچ سکتی ہیں۔

نیوز ایجنسی روئٹرز کے مطابق گزشتہ مالی سال میں بھارت کی برآمدات 770 ارب ڈالر تھیں لیکن رواں برس اس میں مسلسل اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے۔ فیڈریشن آف انڈین ایکسپورٹ آرگنائزیشنز (ایف آئی ای او) کے ڈائریکٹر جنرل اجے سہائی کا کہنا تھا کہ رواں مالی سال کے اختتام تک تجارتی سامان کی برآمدات 495 بلین سے لے کر 500 بلین تک پہنچ سکتی ہیں جبکہ پیشہ ورانہ خدمات کی برآمدات کا حجم 400 بلین کی حد کو چھو سکتا ہے۔

رواں مالی سال مارچ 2024 میں ختم ہوگا۔ اجے سہائے کا مزید کہنا تھا کہ کئی غیر ملکی منڈیوں میں طلب اب بھی کافی زیادہ ہے۔ بھارتی وزیر تجارت پیوش گوئل نے یوکرین جنگ کے ممکنہ اثرات اور عالمی معاشی سست روی کے پیش نظر ملکی برآمد کنندگان پر زور دیا کہ وہ نئی منڈیوں کو تلاش کریں۔ دنیا میں جاری مختلف تنازعات کے تناظر میں بھارتی وزیر تجارت کا بدھ تین مئی کو رات گئے ایک صنعتی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہنا تھا، ''آنے والا وقت مزید مشکل ہوگا، حالانکہ کئی غیر ملکی منڈیوں میں طلب اب بھی کافی زیادہ ہے۔''

وزیر اعظم نریندر مودی کی حکومت نے 2030 تک دو ٹریلین ڈالر کی برآمدات کا ہدف مقرر کر رکھا ہے، حکومت نے الیکٹرانکس، انجینئرنگ، فارماسیوٹیکل اور دیگر اشیا کی برآمدات کو بڑھانے کے لیے کئی قسم کی مراعات کی پیشکش بھی کر رکھی ہے۔ گزشتہ دو برسوں میں بھارت کی برآمدات میں 200 بلین ڈالر سے زیادہ کا اضافہ ہوا ہے، سب سے زیادہ اضافہ سافٹ ویئر، موبائل، زرعی اور پٹرولیم کی مصنوعات میں ہوا ہے۔ تاہم گزشتہ چند مہینوں کے دوران انجینئرنگ، جواہرات اور زیورات کے سامان کی برآمدات میں کمی نوٹ کی گئی ہے۔ بھارتی برآمد کنندگان کے مطابق مغربی منڈیوں میں قیمتوں کے عوامل کی وجہ سے زرعی، پیٹرولیم اور الیکٹرانک مصنوعات کی طلب مضبوط رہی جبکہ بھارتی مصنوعات کی ایشیائی اور مشرق وسطیٰ کے ممالک کو برآمدات میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ ابھی گزشتہ ہفتے ہی بھارت کے ایک 50 رکنی تجارتی وفد نے روس کا دورہ کیا تھا اور اجے سہائے بھی اس کا حصہ تھے، سہائے کہتے ہیں کہ یوکرین جنگ کی وجہ سے روس پر لگنے والی مغربی پابندیوں کے بعد وہاں بھارتی اشیاء بالخصوص خوراک کی بہت زیادہ مانگ ہے۔ بھارتی برآمد کنندگان کو امید ہے کہ دونوں ممالک جلد ہی مقامی کرنسیوں میں ادائیگیوں کی اجازت دینے والے طریقہ کار پر اتفاق کرلیں گے، جس سے روس کو بھارتی سامان کی ترسیل میں آسانی پیدا ہوجائے گی۔'' تاہم بھارتی سرکاری حکام کا کہنا ہے کہ روس اپنی تیل کی برآمدات کے لیے بھارتی روپے میں ادائیگیاں قبول کرنے سے گریزاں ہے۔ (بحوالہ ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں داخلوں کا آغاز، 8 نئے کورسیز متعارف

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے تعلیمی سال 2023-24 کے لیے مرکزی کیمپس حیدرآباد اور دیگر کیمپسوں لکھنؤ و سری نگر کے علاوہ مختلف ریاستوں میں موجود کالجس آف ٹیچر ایجوکیشن (سی ٹی ایز) اور پالی ٹیکنیکس کے لیے ریگولر کورسس میں آن لائن داخلوں کا اعلامیہ جاری کردیا ہے۔ اردو میڈیم میں اعلیٰ تعلیم فراہم کرنے والی ملک کی یہ واحد یونیورسٹی ہے۔ جسے حال ہی میں NAAC سے A+ گریڈ حاصل ہوا ہے۔ گذشتہ برسوں شروع کیے گئے بی ووک کورسز کے طلبہ کی بڑھتی ہوئی مانگ کے پیش نظر اس سال ماسٹر آف ووکیشنل کورس (ایم ووک) کا آغاز کیا گیا ہے۔ اسی طرح ایم ووک (میڈیکل امیجنگ ٹیکنالوجی اور میڈیکل لیباریٹری ٹیکنالوجی) نئے کورسز میں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ اردو ثقافتی مطالعات اور تقابلی مطالعات میں پی ایچ ڈی، ایم ایس سی (طبیعیات، کیمیاء، نباتیات اور حیوانیات) کل وقتی پی جی ڈپلوما ٹیچنگ انگلش؛ تیلگو، کشمیری اور ترکی زبان کے سرٹیفکیٹ کورسز شامل ہیں۔

پروفیسر اشتیاق احمد، رجسٹرار کے جاری کردہ اعلامیہ کے مطابق انٹرنس کے ذریعہ داخلہ دئے جانے والے کورسز میں پی ایچ ڈی عربی، اردو، انگریزی، ہندی، فارسی، مطالعات ترجمہ، تقابلی مطالعات؛ مطالعات نسواں، نظم ونسق عامہ، سیاسیات، سوشل ورک، اسلامک اسٹڈیز، تاریخ، معاشیات، سوشیالوجی، دکن اسٹڈیز، اردو ثقافتی مطالعات؛ تعلیم؛ صحافت و ترسیل عامہ؛ مینجمنٹ، کامرس؛ ریاضی، طبیعیات، کیمیا، نباتیات، حیوانیات اور کمپیوٹر سائنس شامل ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر انٹرنس بیس کورسز میں پوسٹ گریجویٹ پروگرامس ایم بی اے؛ ایم سی اے، ایم ٹیک (کمپیوٹر سائنس)، ایم ایڈ اور بی ایڈ، یو جی میں بی ٹیک (کمپیوٹر سائنس) اور بی ٹیک (سی ایس) لیٹرل انٹری شامل ہیں۔ پیشہ ورانہ ڈپلوما کورسز میں ایلمنٹری ایجوکیشن (ڈی ایل ایڈ)؛ پالی ٹیکنک - ڈپلوما ان انجینئرنگ (سول، کمپیوٹر سائنس، الیکٹرانکس اینڈ کمیونی کیشن، انفارمیشن ٹکنالوجی، میکانیکل، الیکٹریکل و الیکٹرانکس، آٹو موبائل اینڈ اپیرل ٹکنالوجیز انجینئرنگ) شامل ہیں۔ انٹرنس کے کورسس میں آن لائن درخواست داخل کرنے کی آخری تاریخ 28 مئی 2023 ہے۔

میرٹ کی بنیاد پر داخلے کے کورسز میں ایم اے، ایم ایس ڈبلیو (سوشل ورک)، صحافت و ترسیل عامہ، ایم کام اور ایم ایس سی، ایم ووک (ایم ایل ٹی اور ایم آئی ٹی)، مختلف پی جی ڈپلوما، ڈپلوما اور سرٹیفکیٹ کورسز دستیاب ہیں۔ ان کورسز میں آن لائن فارم داخل کرنے کی آخری 24 جولائی ہے۔

لکھنو اور سری نگر کیمپس میں ایم اے و پی ایچ ڈی میں داخلے ہیں۔ جبکہ سی ٹی ایز دربھنگہ اور بھوپال میں ایم ایڈ، بی ایڈ اور پی ایچ ڈی (ایجوکیشن)، سی ٹی ایز (سری نگر، آسنسول، اورنگ آباد، سنبھل، نوح اور بیدر) میں بی ایڈ کورس دستیاب ہے۔ ڈپلوما انجینئرنگ کے کورسز دربھنگہ، بنگلور، کڑپہ اور کٹک میں موجود ہیں۔ درخواستیں صرف آن لائن ہی قبول کی جائیں گی۔ تفصیلات ویب سائٹ www.manuu.edu.in پر دستیاب ہیں۔ کسی وضاحت کے لیے نظامت داخلہ کو admissionsregular@manuu.edu.in پر ای میل کریں۔ داخلہ ہیلپ ڈیسک رابطہ برائے عمومی رہنمائی کے لیے موبائل نمبرات 6302738370, 9866802414, 6207728673, 8527164610 اور 8178388177 پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ (پریس ریلیز)

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

والدین اپنے چھوٹے بچوں کو علاقائی مدارس میں داخل کرائیں: مولانا محمد شبلی القاسمی

داناپور میں ارریہ سے تمل ناڈو جا رہے 37 بچوں کو بچپن بچاؤ ٹیم نے پکڑ کر پولیس کے حوالہ کیا، امارت شرعیہ کی بچوں کو بچانے کی کوشش جاری

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی قاسمی صاحب نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ شوال کے مہینے میں پورے ملک کے مدارس میں داخلہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، بہار، جھارکھنڈ و اڈیشہ کے طلبہ کی ایک بہت بڑی تعداد حصول تعلیم کے لیے دیگر ریاستوں کے مدارس میں جاتی ہے، ان میں چھوٹے بچوں کی بھی اچھی خاصی تعداد ہوتی ہے۔ موجودہ حالات میں یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ طلبہ کے لیے خاص طور پر چھوٹے بچوں کے لیے دور کا سفر محفوظ نہیں ہے۔ امارت شرعیہ کی مجلس شوریٰ میں بھی کئی بار اس مسئلہ پر غور کیا گیا تھا اور مجلس شوریٰ نے محسوس کیا تھا کہ کم عمر طلبہ کا اپنے صوبوں سے باہر کے مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے جانا مناسب اور محفوظ نہیں ہے، اس لیے کہ ہر سال متعدد ایسے واقعات پیش آرہے ہیں، جس میں دور دراز کے مدارس میں جا رہے نوعمر طلبہ کو اسٹیشن پر حقوق انسانی کمیشن اور چائلڈ لیبر مخالف دستوں کے ذریعہ ٹرینوں سے اتار لیا جاتا ہے اور انہیں پریشانیوں سے گذرنا پڑتا ہے۔

حالیہ واقعہ یہ ہے کہ مورخہ 03 مئی 2023 بدھ کے روز ارریہ کے فاربس گنج کے 37 بچے تمل ناڈو کے کسی مدرسہ میں پڑھنے کے لیے مدرسہ کے استاذ گیا کے باشندہ مولانا عبدالقادر صاحب کے ساتھ سنگھ مترا اکسپریس میں داناپور اسٹیشن پر سوار ہوئے، گاڑی اسٹیشن سے کھلی ہی تھی کہ بچپن بچاؤ تنظیم کے کارندوں نے تمام بچوں اور استاذ کو گاڑی سے زبردستی اتار کر آر پی ایف کے حوالہ کر دیا۔ امارت شرعیہ کو جیسے ہی خبر ہوئی تو فوراً امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی ہدایت پر امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم صاحب نے معاون ناظم مولانا احمد حسین قاسمی، مولانا نصیر الدین مظاہری اور مولانا محمد عادل فریدی کو داناپور اسٹیشن آر پی ایف آفس بھیجا۔ یہ لوگ وہاں گئے اور بچوں سے ملاقات کر کے انہیں تسلی دی، بچے خوفزدہ تھے، ان کی ہمت بندھائی، ان کے لیے کچھ کھانے وغیرہ کا انتظام کرایا اور رات میں تقریباً ڈیڑھ بجے تک بچوں کے ساتھ رہے۔ آر پی ایف سے بات کی کہ یہ بچے پڑھنے جا رہے ہیں انہیں چھوڑ دیا جائے، لیکن پولیس چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوئی اور کہا کہ بچوں کو ان کے گارجین کے حوالہ کیا جائے گا۔ بہر حال سارے بچوں کے گارجین کو خبر کی گئی کہ مناسب ڈاکومنٹ کے ساتھ آکر اپنے بچوں کو چھڑا کر لے جائیں۔ اگلے دن 04 مئی کو قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی صاحب بنفس نفیس کچھ بچوں کے گارجین اور استاذ مولانا عبدالقادر صاحب کے رشتہ داروں کو لے کر داناپور اسٹیشن پر آر پی ایف اور جی آر پی کے افسران سے ملے، ان کے ساتھ معاون ناظم مولانا احمد حسین قاسمی، مولانا نصیر الدین مظاہری، مولانا محمد عادل فریدی، ہائی کورٹ کے وکیل جناب ایڈووکیٹ مظہر صاحب بھی تھے، جبکہ آفات مینجمنٹ کے وزیر جناب شاہنواز صاحب کے پرسنل سکریٹری جناب نثار احمد صاحب بھی وہاں پہونچے اور پولیس افسران سے بات کی۔ مگر اس سے پہلے ہی بچوں کو لے جا رہے استاذ اور ان کے ساتھ مزید تین افراد جو بالغ تھے، ان پر ایف آئی آر کر کے انسانی تسکری اور ناجائز طور پر بچوں کو لے جانے کے الزام میں ان کو کورٹ بھیجا جا چکا تھا۔ بچوں کو بہت ہی کس مپرسی کی حالت میں جی آر پی کے ایک چھوٹے سے کمرے میں رکھا ہوا تھا۔ جب مولانا موصوف نے اور نثار احمد صاحب نے سخت الفاظ میں پولیس سے بات کی اور انہیں بچوں کو اس کس مپرسی کی حالت میں رکھنے پر سخت سست کہا تو پھر انہیں آناً فاناً چائلڈ ہوم بھیج دیا گیا، قائم مقام ناظم صاحب گارجین حضرات کو لے کر چائلڈ ہوم بھی گئے اور وہاں کے ذمہ داران سے مل کر بچوں کو سہولیات پہونچانے، ان کی رہائش اور کھانے پینے کا معقول نظم کرنے اور انکو جلد از جلد ان کے گارجین کے سپرد کرنے کے سلسلہ میں بات کی۔ اس وقت تک کی صورت حال یہ ہے کہ بچے چائلڈ ہوم میں ہیں، استاذ اور تین بالغ افراد کورٹ کیسٹڈی میں ہیں اور امارت شرعیہ کی کوشش ان کو چھڑانے کی جاری ہے۔

جناب قائم مقام ناظم صاحب نے کہا کہ اس کے علاوہ گذشتہ لاک ڈاؤن میں جس طرح ان صوبوں کے طلبہ مہاراشٹر، یوپی، گجرات اور دیگر صوبوں میں پھنسے اور ان کے لیے وطن واپسی کا شدید مسئلہ پیدا ہوا، بڑی دقتوں اور کاوشوں سے ان طلبہ کے محفوظ وطن واپسی کا انتظام کیا گیا، امارت شرعیہ نے بھی اس موقع پر طلبہ کی وطن واپسی یقینی بنانے کے لیے بڑی محنت کی۔ ایسی صورت حال میں اس وقت قطعا مناسب نہیں ہے کہ تعلیم کے لیے زیادہ دور دراز کے صوبوں کا انتخاب کیا جائے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ علاقائی مدارس کو ہی ترجیح دی جائے۔

مولانا موصوف نے بچپن بچاؤ اور چائلڈ لیبر مخالف تنظیموں کے طریقۂ کار پر سوال اٹھاتے ہوئے کہا کہ ایسا دیکھا جا رہا ہے کہ کچھ برسوں سے ایک خاص ذہنیت کے ساتھ یہ تنظیمیں کام کر رہی ہیں اور مسلمان بچوں خصوصاً مدارس میں پڑھنے کے لیے جانے والے طلبہ کو ٹارگیٹ بنا کر پریشان کر رہے ہیں اور اپنی تنظیم کی نیک نامی کے لیے ناجائز طور پر ہیومن ٹریفکنگ اور انسانی تسکری جیسے الزامات عائد کر کے طلبہ، ان کے گارجین اور اساتذہ کو پریشان کر رہی ہیں اور مدارس کو بھی خواہ مخواہ بدنام کرنے کی کوشش سوچی سمجھی سازش کے ساتھ کر رہی ہیں، اس کام میں انہیں اقلیت مخالف اور نفرت پھیلانے والی سیاسی و غیر سیاسی جماعتوں کی پشت پناہی حاصل ہوتی ہے، جس سے ان کے حوصلہ بلند ہیں۔

مولانا موصوف نے والدین اور سرپرستوں سے اپیل کی ہے کہ ایسے پر آشوب حالات میں وہ اپنے بچوں کو خاص طور پر چھوٹے بچوں کو مقامی مدارس میں ہی داخل کرائیں انہیں دور دراز نہ بھیجیں، البتہ جب وہ بڑے ہو جائیں تو اعلیٰ تعلیم کے لیے دور دراز کے مدارس میں بھیج سکتے ہیں۔ مولانا نے امارت شرعیہ کے علاقائی نمائندوں، نقباء، نائبین نقباء، امارت شرعیہ کے بلاک و ضلع سطح کے صدر و سکریٹری، ارباب حل وعقد، ارکان شوریٰ و عاملہ، مدارس کے ذمہ داران، اساتذہ کرام اور ائمہ کرام سے بھی اپیل کی ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں اس بات پر نظر رکھیں اور سرپرستوں کو سمجھائیں کہ وہ اپنے بچوں کو مقامی یا قریب کے مدرسہ میں داخل کرائیں۔ ائمہ کرام جمعہ کے خطبوں میں بھی اس موضوع پر گفتگو کریں اور حالات کی نزاکت کو سمجھاتے ہوئے والدین اور سرپرستوں سے گذارش کریں کہ وہ قریب کے مدارس میں اپنے بچوں کو داخل کرائیں دور دراز کے مدرسوں میں چھوٹے اور نابالغ بچوں کو نہ بھیجیں۔ اور اگر بھیجنا ناگزیر ہی ہو تو اپنے بچوں کو خود لے کر جائیں، اگر کسی دوسرے کے ساتھ بھیجنا ہو تو ان کو اتھارٹی لیٹر دیں جس میں اس بات کی وضاحت ہو کہ وہ بحیثیت گارجین اپنے بچوں کو اپنی خوشی سے فلاں صاحب کے سپرد فلاں مدرسہ میں تعلیم کے لیے بھیج رہا ہوں اور خیال رکھیں کہ کسی ایسے مدرسہ میں نہ بھیجیں جو معروف نہ ہو بلکہ معروف مدرسہ میں بھیجیں اور مکمل کاغذات کے ساتھ بھیجیں تاکہ کسی جگہ چیکنگ وغیرہ میں کسی قسم کی دشواری نہ ہو۔ اسی طرح ایک شخص کے ساتھ زیادہ بچوں کو نہ بھیجیں۔ اس سے پولیس کو شک پیدا ہوتا ہے پھر بچے اور ان کو لے جانے والے دونوں پریشانی میں پڑتے ہیں۔

قائم مقام ناظم صاحب نے مدارس کے ذمہ داران سے بھی اپیل کی ہے کہ وہ اپنے تعلیمی نظام کو بہتر بنائیں، صفائی ستھرائی کا خیال رکھیں اور ہوسٹل کے نظام کو بھی خوشگوار بنائیں، بچوں کو ایک پرکشش اور صحت مند ماحول میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع دیں تاکہ والدین اپنے بچوں کا داخلہ آپ کے مدرسہ میں مطمئن ہو کر کرا سکیں۔ بہتر ہے کہ مقامی ذمہ دار لوگوں کے ساتھ مدرسہ کے ذمہ داروں کی میٹنگ ہو اور آپسی تعاون سے مدرسہ کے نظام کو بہتر اور پرکشش بنایا جائے تاکہ علاقہ کے بچوں کی بہتر تعلیم و تربیت، خوشگوار اور صحت مند فضا میں ہو سکے۔

''دی کیرالہ اسٹوری''، فلم نہیں بلکہ بھگوا ایجنڈا کے تحت پروپیگنڈہ پھیلانے کا ایک ہتھیار ہے

رام پنیانی

کیرالہ کا نام سنتے ہی ہمارے ذہن میں ایک ایسی ریاست کا چہرہ ابھرتا ہے جہاں امن اور خیرسگالی عام ہے، جہاں ناخواندگی دور دور تک نہیں، جہاں تعلیم اور صحت انڈیکس بہت اچھے ہیں، اور جہاں کووڈ-19 وبا کا مقابلہ اعلیٰ معیاری طریقے سے کیا گیا۔ ہمیں یہ بھی یاد آتا ہے کہ ریاست میں عیسائی مذہب کی آمد سنہ 52 عیسوی میں سَنت سپسٹین کے ذریعہ ہوئی اور ساتویں صدی میں اسلام یہاں عرب تاجروں کے ذریعہ آیا۔ اس سب کے برعکس فلم ''دی کیرالہ اسٹوری'' کا ٹیزر اور پرومو اسے ایک ایسی ریاست کی شکل میں ظاہر کرتا ہے جہاں لوگوں کو مسلمان بنایا جا رہا ہے، ہندو لڑکیوں اور خواتین کو زبردستی اسلامک اسٹیٹ میں مختلف کردار نبھانے کے لیے مجبور کیا جا رہا ہے اور انھیں شام، لبنان وغیرہ بھیجا جا رہا ہے۔

''دی کیرالہ اسٹوری''، فلم ''دی کشمیر فائلز'' کے طرز پر بنائی گئی ہے، جس میں نصف سچائی دکھائی گئی ہے اور اہم ایشوز کو کنارے رکھ کر نفرت پھیلانے اور تخریب کاری سیاست کو فروغ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ یاد رہے کہ ''دی کشمیر فائلز'' کو گوا میں منعقد 53 ویں بین الاقوامی فلم تقریب کی جیوری کے چیف نے ''اشتہاری فلم'' بتایا تھا۔ جیوری کے ایک دیگر رکن نے اسے ''فحش'' کہا تھا۔ ''دی کیرالہ اسٹوری'' 5 مئی کو ریلیز ہوگی۔ اس کا ٹیزر گزشتہ سال 2 نومبر کو جاری ہوا تھا اور اس کا ٹریلر 27 اپریل کو منظر عام پر آیا۔ انھیں دیکھ کر اس بات کا صاف اشارہ ملتا ہے کہ فلم میں آدھی سچائی دکھائی گئی ہے اور بغیر ضروری تحقیق کے مذہب تبدیلی، اسلامک اسٹیٹ میں جنگجوؤں کی بھرتی، عراق پر امریکہ کے حملے کے بعد ابھری دہشت گردانہ تنظیموں اور مغربی ایشیا کے تیل پروڈیوسر علاقوں میں روس کو پیر نہ جمانے دینے کے لیے امریکہ کے ذریعہ کٹر پسند اسلامک گروپوں کو فروغ دیے جانے وغیرہ ایشوز کو اٹھایا گیا ہے۔ ''دی کیرالہ اسٹوری'' میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ اسلامک اسٹیٹ کے ذریعہ 32 ہزار ہندو لڑکیوں کا مذہب تبدیل کروایا گیا ہے۔ کم از کم اتنا تو کہا ہی جا سکتا ہے کہ اس نمبر کا ماخذ مشتبہ ہے۔

عادل رشید کے ذریعہ انسٹی ٹیوٹ آف ڈیفنس اسٹڈیز اینڈ اینالیسس (آئی ڈی ایس اے) کے لیے تیار کیے گئے ایک ریسرچ پیپر ''وائی فیور انڈینز ہیو جوائنڈ آئی ایس آئی ایس'' کے مطابق دنیا بھر سے تقریباً 40 ہزار لوگ آئی ایس آئی ایس میں شامل ہوئے ہیں۔ ہندوستان سے 100 سے بھی کم لوگ آئی ایس آئی ایس کے اثرات والے شام اور افغانستان کے علاقوں میں گئے، اور تقریباً 155 کو آئی ایس آئی ایس سے ان کے رشتوں کے سبب گرفتار کیا گیا۔ ورلڈ پاپولیشن ریویو کے دنیا بھر سے آئی ایس آئی ایس میں ہوئی بھرتی سے متعلق اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ جن ممالک سے بڑی تعداد میں لوگ آئی ایس آئی ایس میں شامل ہوئے، وہ ہیں عراق، افغانستان، روس، ٹیونیشیا، اردن، سعودی عرب، ترکی اور فرانس وغیرہ۔ سب سے زیادہ بھرتیاں مشرق وسطیٰ سے ہوئیں اور اس کے بعد یوروپ سے۔ آئی ایس آئی ایس میں شامل ہوئے ہندوستانیوں کی تعداد بہت کم ہے۔ کیرالہ کی مذہب تبدیل کرنے والی خواتین کے آئی ایس آئی ایس میں شامل ہونے سے متعلق دعوے محض بکواس ہیں۔ ''دی کیرالہ اسٹوری'' کے فلمساز خود کو سچا ثابت کرنے پر اس قدر آمادہ ہیں کہ انھوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ فلم ایک حقیقی کہانی پر مبنی ہے۔ وہ ایک لڑکی کی کہانی سناتے ہیں جسے احساس ہو گیا ہے کہ اسے پھنسا لیا گیا ہے۔ وہ اب افغانستان کی ایک جیل میں ہے۔ اس لڑکی کا دعویٰ ہے کہ کئی مزید لڑکیاں اسی کی جیسی حالت میں ہیں۔ صرف اس بنیاد پر فلمساز دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے پاس کئی لڑکیوں کے بیان ہیں اور اس بنیاد پر وہ 32 ہزار کی تعداد تک پہنچ گئے۔ کیرالہ میں مذہب تبدیلی کی حالت پر کئی الگ الگ طرح کی باتیں کہی گئی ہیں۔ کیرالہ کے سابق وزیر اعلیٰ اومن چانڈی نے ریاستی اسمبلی میں 2006 سے لے کر 2012 تک کے مذہب تبدیلی سے متعلق تفصیلی اعداد و شمار پیش کیے تھے۔ انھوں نے بتایا تھا کہ 2006 سے لے کر 2012 تک مجموعی طور پر 7713 اشخاص نے مذہب تبدیلی کر اسلام اختیار کیا، جبکہ 2803 افراد مذہب تبدیل کر ہندو بن گئے۔ یہ دلچسپ ہے کہ انھوں نے کہا کہ عیسائی مذہب اختیار کرنے والوں کے سلسلے میں کوئی نمبر دستیاب نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ جن لوگوں نے 12-2009 کے درمیان اسلام مذہب اختیار کیا، ان میں سے 2667 نوجوان خواتین تھیں۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

جنسی ہراسانی کے خلاف پہلوانوں کا احتجاج جاری

بھارتی خواتین پہلوان حکمران جماعت سے تعلق رکھنے والے رہنما اور بھارتیہ کشتی سنگھ کے صدر برج بھوشن شرن سنگھ پر جنسی ہراسانی کے الزامات عائد کرتے ہوئے گزشتہ کئی روز سے دارالحکومت نئی دہلی میں احتجاجی مظاہرے کر رہی ہیں۔ان خواتین کا الزام ہے کہ برج بھوشن سنگھ خواتین پہلوانوں کو جنسی طور پر ہراساں کرنے اور دھمکیاں دینے میں ملوث ہیں۔برج بھوشن سنگھ وزیراعظم بھارتیہ جنتا پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں اور 2011 سے ریسلنگ فیڈریشن آف انڈیا کے سربراہ ہیں۔سنگھ کے خلاف جنسی ہراسانی کے الزامات سامنے آنے پر بھارتی اولمپک ایسوسی ایشن IOA نے رواں برس جنوری میں ان الزامات کی تفتیش کے لیے ایک پینل قائم کیا تھا۔وزیر کھیل انوراگ سنگھ ٹھاکر کا کہنا تھا کہ یہ تفتیش اگلے چار ہفتوں میں مکمل ہو جائے گی۔مقامی میڈیا کے مطابق یہ تفتیشی رپورٹ اپریل میں مکمل ہوئی تھی تاہم اس کے نتائج عام نہیں کیے گئے تھے۔

برج بھوشن شرن سنگھ اپنے عہدے سے مستعفی ہونے کے مطالبات اب تک رد کرتے آرہے ہیں۔جنسی ہراسانی کے الزامات کو رد کرتے ہوئے ان کا کہنا ہے کہ یہ مہم ان کی نیک نامی اور شہرت کو نقصان پہنچانے کے لیے جاری ہے۔انہوں نے الزام عائد کیا کہ انہیں بھارتی پارلیمان سے نکالنے کے لیے یہ سازش رچائی گئی ہے۔

دوسری جانب خواتین پہلوانوں نے اپنا احتجاج جاری رکھتے ہوئے سپریم کورٹ سے انصاف کی طلبی کے لیے رجوع کرلیا ہے۔ان خواتین کا کہنا ہے کہ جب تک برج بھوشن شرن سنگھ کو گرفتار نہیں کیا جاتا، وہ یہ مظاہرہ ختم نہیں کریں گی۔ٹوکیو اولمپکس میں کانسہ کا تمغہ جیتنے والے بجرنگ پُونیا نے ڈی ڈبلیو سے بات چیت میں کہا،''جب تک سنگھ کے خلاف کارروائی نہیں ہوتی اور انہیں گرفتار نہیں کیا جاتا، ہم اپنا احتجاج ختم نہیں کریں گے۔یہ فقط ریسلنگ کی لڑائی نہیں ہے۔یہ ملک میں تمام کھیلوں میں کھلاڑیوں کی عزت کی لڑائی ہے۔''

دولت مشترکہ کھیلوں میں تین مرتبہ سونے کا تمغہ جیتنے والی وینیش پھوگاٹ نے الزام عائد کیا کہ قومی کیمپس کے دوران ریسلنگ فیڈریشن آف انڈیا کے سربراہ اور متعدد کوچز لڑکیوں کو جنسی طور پر ہراساں کرنے کے واقعات میں شامل رہے ہیں، انہوں نے وزیر کھیل انوراگ ٹھاکر پر بھی الزام عائد کیا کہ وہ اس معاملے کو دبانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔(**مرلی کرشنن ؛ ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام**)

منی پور میں تشدد کی آگ کیوں بھڑک رہی ہے؟

منی پور پچھلے کئی دنوں سے تشدد کی آگ میں جل رہا ہے۔قبائلی گروپوں کے درمیان مفادات کے تنازعے نے اتنی بھیانک صورت اختیار کرلی ہے کہ انتظامیہ کو حالات پر قابو پانے کے لیے''دیکھتے ہی گولی مار دینے'' کا حکم دینا پڑا ہے۔پچھلے تین دنوں سے بھارت کا شمال مشرقی صوبہ منی پور کے کئی اضلاع میں جاری تشدد میں ایک درجن سے زائد افراد ہلاک ہوچکے ہیں۔سینکڑوں مکانات، درجنوں گرجا گھروں، یہودی عبادت گاہوں، مندروں اور گاڑیوں کو نقصان پہنچایا گیا اور اُنہیں آگ لگا دیا گیا ہے۔صورت حال پر قابو پانے کے لیے فوج تعینات کردی گئی ہے اور ریاستی گورنر نے شرپسندوں کو دیکھتے ہی گولی مار دینے کا حکم جاری کردیا ہے۔

یہ آگ کیوں بھڑکی؟ میانمار کی سرحد سے ملحق ریاست منی پور میں یوں تو غیر قبائلی اکثریتی میتئی اور قبائلیوں کے درمیان ایک عرصے سے تعلقات کشیدہ ہیں لیکن تین مئی کو ہائی کورٹ کے ایک فیصلے نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ریاست میں میتئی فرقے کی تعداد تقریباً 53 فیصد ہے، منی پور کے وزیراعلیٰ نانگتھوم بیم بیرین سنگھ بھی میتئی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔یہ فرقہ ایک عرصے سے درج فہرست میں اپنے لیے قبیلے کا درجہ دینے کا مطالبہ کررہا تھا۔عدالت نے انہیں یہ آئینی درجہ دینے کا اعلان کیا ہے، جس کے بعد وہ ریاست کے پہاڑی علاقوں میں بھی زمینیں خرید سکیں گے۔اب تک انہیں پہاڑی علاقوں میں رہنے کی اجازت نہیں تھی۔لیکن قبائلی تنظیموں نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ عدالت کے فیصلے کے بعد میتئی فرقہ ان کی زمینوں اور وسائل پر قبضہ کرلے گا۔ریاست میں قبائلیوں کی آبادی 40 فیصد کے قریب ہے۔انہیں خدشہ ہے کہ میتئی کو درج فہرست میں قبائل کا درجہ ملنے کے بعد وہ تعلیمی اداروں اور سرکاری ملازمتوں میں ملنے والے ریزرویشن کے فائدے سے محروم ہوجائیں گے۔قبائلی رہنماؤں کا کہنا ہے کہ میتئی فرقہ مالی لحاظ سے نسبتاً خوشحال ہے اور انہیں مزید مراعات دینا دیگر قبائلیوں کے ساتھ ناانصافی کے مترادف ہے۔

مرکزی حکومت نے حالات پر قابو پانے کے لیے سینکڑوں فوجی اور نیم فوجی دستوں کو تعینات کردیا ہے۔انٹرنیٹ اور موبائل فون کی خدمات معطل کردی گئی ہیں اور ہزاروں افراد کو محفوظ مقامات پر منتقل کیا جارہا ہے۔ابھی تک تشدد کے واقعات میں ہلاک اور زخمی ہونے والوں کی اصل تعداد کا پتہ نہیں چل سکا ہے۔

منی پور سے تعلق رکھنے والی بھارت کی معروف باکسر اولمپک میڈل یافتہ میری کوم نے مرکزی اور ریاستی حکومتوں سے حالات کو جلد از جلد معمول پر لانے کے لیے تمام ضروری اقدامات کرنے کی اپیل کی ہے۔میری کوم بھارتی پارلیمان کے ایوان بالا کی رکن بھی رہ چکی ہیں۔میتئی مذہبی لحاظ سے ہندو ہیں جب کہ دیگر قبائل بشمول کوکی عیسائی اور یہودی مذہب کے ماننے والے ہیں۔ان میں سے بیشتر پہاڑی علاقوں میں آباد ہیں۔ریاست کی 3.2 ملین آبادی میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً 8 فیصد ہے۔

منی پور میں جاری تشدد میں کوکی قبیلے کے لوگوں کو بھی نشانہ بنایا گیا۔کم از کم چار کوکی نوجوانوں کو ہلاک کردیا گیا اور دو یہودی عبادت گاہوں کو نذر آتش کردیا گیا ہے۔اپنی جان بچانے کے لیے سینکڑوں خواتین اور بچوں نے جنگلوں میں پناہ لے رکھی ہے۔کہا جاتا ہے کہ کوکی قبیلے کے افراد دراصل یہودیوں کے بنی میناشے قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔یہ ان دس گمشدہ قبائل میں سے ایک ہے جو 2700 برس سے زیادہ عرصے قبل اسرائیل کی سرزمین سے جلا وطن کردیے گئے تھے۔ایک اسرائیلی ربی شلوموعمار نے 2005 میں کوکی کے بنی میناشے قبیلہ سے تعلق رکھنے کی تصدیق کی تھی۔اس قبیلے کے تقریباً 5000 افراد حالیہ برسوں میں اسرائیل ہجرت کرچکے ہیں جب کہ مزید تقریباً 5000 افراد اب بھی بھارت میں رہ رہے ہیں۔

تشدد کے لیے ریاست کی حکمراں بی جے پی کو مورد الزام ٹھہرایا جارہا ہے۔سیاسی تجزیہ کار کے کنجم سنگھ کا کہنا ہے کہ''بی جے پی کی قیادت والی ریاستی حکومت کا رویہ بھی اس صورت حال کا کسی حد تک ذمہ دار ہے۔وہ الیکشن کے وقت قبائلی تنظیموں کے رہنماؤں کو بلاکر ان کے ساتھ بات چیت کے دوران تمام مسائل کو حل کرنے کے وعدے کرتی ہے لیکن اقتدار حاصل کرلینے کے بعد اسے بھول کر ان کے حال پر چھوڑ دیتی ہے۔''انہوں نے کہا کہ قبائلی تنظیموں میں بی جے پی اور اس کی حکومت کے خلاف کافی ناراضگی پائی جاتی ہے اور اگر مسئلے کو فوراً بات چیت کے ذریعہ حل نہیں کیا گیا تو حالات بے قابو ہوسکتے ہیں۔انہوں نے مزید کہا کہ منی پور میں پہاڑی اور میدانی علاقوں اور ان میں رہنے والے افراد کے درمیان اختلافات بہت واضح ہیں اور اس خلیج کو دور کرنے کے لیے ٹھوس اقدامات کرنے کی ضرورت ہے، ایسا نہیں ہوا تو یہ مسئلہ وقتاً فوقتاً سر اٹھاتا رہے گا۔(**جاوید اختر، نئی دہلی بحوالہ ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام**)

بقیہ '' دی کیرالہ اسٹوری''.................

جن میں سے 2195 ہندو اور 492 عیسائی تھیں۔انھوں نے یہ بھی کہا کہ کسی کا بھی زبردستی مذہب تبدیل نہیں ہوا ہے۔لو جہاد (ہندو لڑکیوں کو محبت کے جال میں پھنسا کر مسلمان بنانا) کے نام پر جنون پیدا کرنے کا کام کیرالہ سے شروع ہوا تھا۔ہم سب جانتے ہیں کہ فرقہ پرست طاقتوں کو اپنی جڑیں جمانے کے لیے تخریبی اور جذباتی ایشوز کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔

اب چونکہ کیرالہ میں رام مندر اور گائے جیسے ایشوز پر لوگوں کو مشتعل کرنا ممکن نہیں تھا، اس لیے جھوٹ اور آدھے سچ کو کئی طرح سے سماج میں پھیلانے میں ماہر نظام نے''لو جہاد'' کی خیالی کہانی تیار کرلی۔چانڈی نے یہ بھی کہا تھا کہ''ہم زبردستی مذہب تبدیل نہیں ہونے دیں گے اور نہ ہی ہم لو جہاد کے نام پر مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے کی مہم کو چلنے دیں گے۔'' ریاست کے مختلف شہروں کے پولیس کمشنروں کے ذریعہ کی گئی جانچ میں یہ سامنے آیا کہ ہندو اور عیسائی لڑکیوں کو بہلا پھسلا کر مسلمان بنانے کی کوئی منظّم اور منصوبہ بند کوشش نہیں ہورہی ہے۔لیکن بی جے پی نے اس ایشو کو لپک لیا۔لو جہاد بھلے ہی کہیں دکھائی نہیں دے رہا ہو، لیکن 11 ریاستوں میں لو جہاد کے خلاف قانون بن چکے ہیں۔حال میں مہاراشٹر میں 'سکل ہندو سماج' نامی تنظیم نے اس ایشو پر بڑی تحریک چلائی۔لو جہاد ہندو طبقہ کے لیے خطرہ ہے، اس جھوٹ کو اتنی بار دہرایا گیا ہے کہ وہ مسلم اقلیتوں کے خلاف نفرت پھیلانے کا ہتھیار بن گیا ہے۔لو جہاد ہو رہا ہے یا لو جہاد جیسی کوئی چیز ہے، اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔آر ٹی آئی کے تحت پوچھے گئے ایک سوال کے 11 نومبر 2020 کو دیے گئے جواب میں قومی خاتون کمیشن نے کہا کہ وہ لو جہاد کے سلسلے میں کوئی نمبر نہیں رکھتا۔

کیرالہ میں برسر اقتدار مارکسوادی کمیونسٹ پارٹی (سی پی ایم) اور انڈین یونین مسلم لیگ اس فلم کی نمائش کے خلاف ہیں، کیونکہ ان کا ماننا ہے کہ اس سے مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلے گی۔ریاست کے وزیراعلیٰ پینارائی وجین نے کہا کہ اظہارِ رائے کی آزادی کا مذہبی بنیاد پر سماج کو تقسیم کرنے کے لیے غلط استعمال نہیں کیا جانا چاہیے۔اس فلم کی نمائش کے خطرناک نتائج کا احساس کرتے ہوئے کیرالہ سے کانگریس رکن پارلیمنٹ ششی تھرور نے ٹوئٹ کر کہا ہے کہ ایسے شخص کو ایک کروڑ روپے کا انعام دیا جائے گا جو یہ ثابت کرسکے کہ 32000 لڑکیاں خیالی لو جہاد کی شکار ہوئی ہیں۔انھوں نے یہ بھی کہا کہ صاف جھوٹ پر مبنی اس فلم کی نمائش کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے۔

ابھی کچھ ہی وقت پہلے سپریم کورٹ نے اپنے سب سے بہترین فیصلوں میں سے ایک میں کہا ہے کہ نفرت پھیلانے والی تقریروں کا ریاستی حکومتوں کو از خود نوٹس لینا چاہیے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتیں تو اسے عدالتی حکم کی خلاف ورزی سمجھا جائے گا۔عدالت کو ایک قدم مزید آگے بڑھ کر یہ بھی واضح کردینا چاہیے کہ''آرٹ کی آزادی'' کے نام پر تشہیری فلموں پر روک لگائی جانی چاہیے یا کم از کم سنسر بورڈ کو یہ جانچ کرنی چاہیے کہ فلم کو جن دلائل یا اعداد و شمار پر مبنی بتایا جارہا ہے، وہ کتنے مصدقہ ہیں۔

اشتہارات کے لئے رابطہ کریں

ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان ہے جو تقریباً سو سالوں سے مسلسل شائع ہورہا ہے، اللہ کا فضل و کرم ہے کہ ملک و بیرون ملک میں قارئین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے، اس کی عمدہ طباعت، معیاری مضامین اور دیگر خصوصیات کی وجہ سے لوگ اسے ہاتھوں ہاتھ لے رہے ہیں، ادارہ قارئین نقیب سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اپنے

مدارس ،اسکول ،کالج ،ہاسپیٹل ،میڈیکل اور دکان وغیرہ کے لئے رعایتی قیمت پر غیر تصویری اشتہارات

(Advertisements)

دے کر اپنے ادارہ اور کاروبار کو فروغ دے سکتے ہیں، نیز ادارہ نقیب کے اعزازی ممبران سے بھی درخواست کرتا ہے کہ وہ نقیب کی اشاعت میں مالی مدد کریں۔ضروری معلومات کے لیے رابطہ کریں:

9576507798,8405997542

Email:. naqueeb.imarat@gmail.com

(**منیجر نقیب**)

مدارس کے تازہ دم فارغین کی خدمت میں!

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

دینی مدارس میں تعلیم کا آغاز شوال سے ہوتا ہے اور شعبان پر تعلیم اور حساب و کتاب کا اختتام عمل میں آتا ہے، جو مدارس ابتدائی تعلیم کے ہیں، ایک خاص حد تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد طلباء وہاں سے نسبتاً بڑے مدارس میں منتقل ہو جاتے ہیں، جن درس گاہوں میں حفظ قرآن کی تعلیم کا نظم ہے، وہاں یہی تکمیل درس قرآن کا موسم ہوتا ہے، جہاں دورۂ حدیث تک یا تخصصات کی تعلیم کا انتظام ہے، وہاں سے طلباء سند فراغت حاصل کرتے ہیں، یہ ان کی زندگی میں ایک نیا مرحلہ اور نیا موڑ ہوتا ہے، اب انھیں اُمت کے مختلف کاموں کی ذمہ داری انجام دینی ہوتی ہے، عام طور پر امامت، خطابت، مکتب کی تعلیم یا نسبتاً اونچی جماعتوں کی تدریس ان سے متعلق ہوتی ہے؛ لیکن ان کی جدوجہد کا دائرہ اسی میں محدود نہیں ہوتا، وہ ان کاموں کو کرتے ہوئے دوسرے اُمور بھی انجام دیتے ہیں اور اُمت کی دوسری دینی ضروریات بھی ان ہی سے پوری ہوتی ہیں، مسلمانوں میں اختلاف ہو جائے تو ان کے درمیان صلح کرانا، اور سماج میں جو بھی مسئلہ پیش آئے، ان کے بارے میں شرعی احکام کی رہنمائی کرنا، سماج کو نیکی کی طرف بلانا اور برائی سے روکنا، ہر عالم اس کو اپنا فریضہ سمجھتا ہے، اور اپنی صلاحیت اور توفیق کے مطابق اسے انجام بھی دیتا ہے، اس لحاظ سے ان کی ذمہ داریاں بڑی اہم ہیں اور بحیثیت مجموعی اُمت کو اسلام سے مربوط رکھنے اور ان کے شیرازہ کو بکھراؤ سے بچانے میں ان فضلاء کا بڑا اہم رول ہے۔

ان مدارس کا نظام سادگی پر رکھا گیا ہے، سادہ عمارت، سادہ رہن سہن، خورد و نوش کا سادہ انتظام، پہننے اوڑھنے میں سادگی، ہر طرح کے تکلفات اور تعیشات سے دور، ابتداءً ان مدارس کا یہی مزاج تھا اور بہت سے دینی درس گاہیں اپنے زمانہ کے معیار زندگی کے اعتبار سے اسی روش پر قائم ہیں، ایسا لگتا ہے کہ تحریک مدارس کے مؤسسین نے قصداً یہ طرز عمل اختیار کیا تھا؛ تاکہ ان مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے لوگ مشکل حالات میں کام کرنے کے عادی رہیں اور دین کی خدمت انجام دے سکیں، یہ نہایت اہم پہلو ہے، اور ہمارے فضلاء کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ اس کو ملحوظ رکھیں۔

اللہ تعالیٰ کو جن لوگوں سے اپنے دین کا کام لینا مقصود ہوتا ہے، ان کی تربیت کا بھی انتظام کیا جاتا ہے اور اس کا سب سے اہم حصہ یہ ہوتا ہے کہ انھیں مشقتیں جھیلنے اور خلاف طبیعت باتیں برداشت کرنے کی عادت ہو جائے، قرآن مجید نے انبیاء کرام کے واقعات کو تفصیل سے بیان کیا ہے، ان میں زیادہ تر واقعات انبیاء اور ان کی اقوام کے درمیان کشمکش اور مخالفین حق کی جانب سے ایذاء رسانی کے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور انسانیت کے لئے اُسوۂ کاملہ تھے، اس لئے آپ اور زیادہ ابتلاؤں سے گذارے گئے اور آپ کو اوروں سے بڑھ کر آزمائش کی بھٹیوں میں تپایا گیا، غور کیجئے! کیا خدا اس پر قادر نہیں تھا کہ جو غلبہ آپ کو فتح مکہ کے بعد حاصل ہوا، وہ نبوت کے پہلے ہی دن حاصل ہو جاتا، اور جن لوگوں نے ۸ ہجری میں آپ کے شوکت وجلال کو دیکھ کر سر تسلیم خم کیا، وہ اول دن ہی اسلام کے سامنے سر جھکا دیتے؛ لیکن ایسا نہیں ہوا، آپ نے پتھر بھی کھائے، گالیاں بھی سنیں، چوٹیں بھی سہیں، بھوکے بھی رہے، طائف کی سڑکوں سے بھی گذارے گئے، بدر واُحد کے معرکوں میں بھی آزمائے گئے، چہرۂ انور بھی لہولہان ہوا، منافقین مدینہ کی ستم انگیزیوں اور جفا کاریوں کو بھی برداشت کرنا پڑا، پھر جا کر اسلام کو فتح و کامرانی حاصل ہوئی، کیا خدا اس بات پر قادر نہیں تھا کہ اول دن سے ہی اہل مکہ کے قلوب کو آپ کے لئے نرم کر دیتا اور وہ ایمان لے آتے؟ اللہ یقیناً اس بات پر قادر تھے؛ لیکن اس کے ذریعہ تربیت اور امتحان کے مراحل سے آپ کو گذارنا مقصود تھا۔

علماء جب انبیاء کے وارث ہیں تو یقیناً انھیں بھی آزمائشوں سے گذرنا ہوگا، انھیں زندگی کا ایک سادہ نقشہ تیار کرنا ہوگا، جس میں معمولی کھانے، پینے، معمولی مکان، معمولی لباس اور معمولی طرز زندگی کی ہی گنجائش ہوگی، لوگوں کے طعنے بھی سننے پڑیں گے، تکلیف دہ باتوں کو بھی انگیز کرنا ہوگا اور زندگی کی بہت سی نعمتوں سے اپنے آپ کو دُور رکھنے پر آمادہ رکھنا ہوگا، یہ مشقتیں اوروں کے لئے مشقت ہے اور کاروانِ عشق کے لئے حاصلِ حیات، بقول اقبالؒ:

کس سے کہوں کہ زہر ہے میرے لئے مئے حیات
کہنہ ہے بزم کائنات، تازہ ہیں میرے واردات
صدقِ خلیلؑ بھی ہے عشق، صبر حسینؓ بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

اس مئے حیات کو بچانا وقت کی ضرورت ہے، جہاں پوری فضاء مادیت کی پرستار اور دلدادہ ہو، وہاں قناعت و توکل کی بات مضحکہ خیز سمجھی جاتی ہے؛ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ قناعت ہی کی خمیر سے ان مدارس کا وجود اُٹھا ہے اور جس قدر اس کی اہمیت کل تھی اس سے زیادہ آج ہے، اس وقت صورت حال یہ ہے کہ اب بھی بہت سے علاقے شہر کی رونقوں اور راحتوں سے دُور ہیں، وہاں ہمارے خاندان کا ایک حصہ آباد ہے، ان میں بعض مسلمان ایسے ہیں جن کے کانوں نے آج تک اللہ اکبر کی صدا بھی نہیں سنی ہے اور جن کی زبانیں جہالت کی وجہ سے اللہ اور رسول کا نام بھی صحیح طریقہ پر نہیں لے سکتیں، ہمارے نوجوان فضلاء وہاں کام کرنے سے گریزاں ہیں؛ کیوں کہ وہاں وہ سہولتیں نہیں ہیں اور معاشی اعتبار سے بھی وہاں کے حالات بہت مایوس کن ہیں —— اگر ان مقامات پر ہم جا کر اپنی قوم کی خدمت نہیں کریں تو کون ان کے ایمان کی حفاظت کرے گا اور کیوں کر ان کو اسلام پر قائم رکھنا ممکن ہوگا؟ اگر ایسی جگہوں پر عیسائی مشنریز اور قادیانیت پہنچتی ہے، تو ہمارے لئے شکوہ سنج ہونے کا کوئی جواز نہیں، یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی طبقے کو آپ ٹھکرائیں اور اسے کوئی اور بھی نہ اپنائے؟

دوسری اہم بات یہ ہے کہ علماء کا اُمت سے تعلق محض ایک قانونی تعلق نہیں ہے؛ بلکہ روحانی اور ایمانی تعلق ہے، قانونی تعلق میں انسان اپنے آپ کو ڈیوٹی تک محدود رکھتا ہے، مقررہ کام کے سوا اور وہ کوئی اور کام کرنا نہیں چاہتا؛ کیوں کہ اس کا اسے معاوضہ نہیں ملتا؛ لیکن عالم کی حیثیت ایک ایسے چوکیدار کی ہے جو صرف اللہ کی رضا کے لئے دین کی حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہے، وہ ملازم نہیں؛ بلکہ رضا کار ہے، اس کے فرائض غیر محدود ہیں، اس کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے اور وہ تمام اُمور اس کے فرائض میں داخل ہیں جو اس اُمت سے اللہ کو مطلوب ہیں، اگر کوئی شخص فساد عقیدہ میں مبتلا ہو تو اس کے عقیدہ کی اصلاح، بے نمازی ہو تو نماز کی دعوت، کسی برائی میں مبتلا ہو تو اس کو برائی سے بچانے کی کوشش، مسلمان خاندان یا شوہر اور بیویوں میں اختلاف ہو، تو رفع اختلاف کی سعی، بچوں اور بڑوں کی تعلیم کا انتظام نہ ہو، تو ان کی تعلیم کا انتظام، کوئی آفت سماوی آجائے تو لوگوں کی مدد کے لئے اُٹھ کر کھڑا ہونا، الیکشن ہو رہا ہو تو مسلمانوں کے مفاد کی رعایت کے ساتھ لوگوں کی رہنمائی کرنا، اگر وہاں برادران وطن کی آبادی بھی ہو تو ان کے ساتھ داعیانہ ربط وضبط، فرقہ وارانہ منافرت پھیل رہی ہو تو امن وامان قائم کرنے کی کوشش، غرض اُمت کا کوئی مسئلہ ہو، عالم کا فرض ہے کہ وہ کسی دنیوی منفعت کی طمع کے بغیر محض ملی مفاد اور دینی تقاضہ کے تحت اُٹھ کھڑا ہو، یہ نہایت اہم ضرورت ہے اور یہی علماء سلف کا طریقہ تھا، افسوس کہ اب فضلاء مدارس نے اپنے دائرۂ عمل کو مسجد اور مدرسہ تک محدود کر دیا، اس کی وجہ سے مسلمانوں میں صالح اور بے لوث قیادت کا خلا پیدا ہو گیا ہے، یہاں تک کہ بعض جگہ غیر سماجی عناصر نے مسلمانوں کے مسائل کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور ان کے عمل دخل سے جن نتائج کی توقع کی جا سکتی ہے، وہی نتائج ظہور میں آرہے ہیں۔

تیسری اہم بات مصلحت اندیشی اور زمانہ شناسی ہے، ہمارے نوجوان فضلاء میں بہ تقاضۂ عمر جوش اور زود رنجی زیادہ ہوتی ہے اور وہ زمین کے تیار ہونے سے پہلے پودا لگانے کی کوشش کرتے ہیں، اگر زمین نرم نہ کی گئی ہو اور اس میں بیج ڈال دیا جائے، اگر توا گرم نہ ہوا اور اس پر روٹی رکھ دی جائے، پھل تیار نہ ہوا اور اسے مصنوعی طور پر پکایا جائے تو مطلوبہ نتیجہ حاصل نہیں ہو سکتا، اسی طرح اگر کوئی برائی جڑ پکڑ چکی ہے اور مدت دراز سے اس کی خو چلی آتی ہو، تو بیک لحمہ اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور ایسی اصلاح سے اندیشہ ہے کہ فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہو، اسی لئے احکام شریعت میں تدریج کا لحاظ رکھا گیا ہے، اکثر محرمات بہ تدریج حرام قرار دی گئیں اور شراب کا معاملہ تو بالکل واضح ہے، وہ تین مرحلوں میں حرام ہوئی، اس لئے یہ بات ضروری ہے کہ حکمت و مصلحت کے پہلو کو ہمیشہ ملحوظ رکھا جائے، انسان جو کچھ کہے، حق کہے؛ لیکن ہر حق بات کا ہر وقت کہہ دینا ضروری نہیں، بعض دفعہ مرحلہ وار حق کا اظہار زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے —— اگر علماء اس بات کو ملحوظ رکھیں تو بہت سے باہمی اختلاف جو مسجدوں اور دینی کاموں میں پیدا ہو جاتے ہیں، ان کی نوبت نہ آئے۔

چوتھی اہم بات اُمت کی وحدت کی حفاظت اور اس کو انتشار سے بچانا ہے، اتحاد کی ضرورت کب نہیں رہی؟ لیکن موجودہ حالات میں اس کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے، یوں تو اختلاف کے مختلف اسباب ہیں، سیاسی، خاندانی، کاروباری وغیرہ؛ لیکن مذہبی اختلاف کا مسلم سماج پر زیادہ گہرا اثر پڑتا ہے اور اس کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ مساجد، دینی درس گاہیں اور دینی اجتماعات اور مذہبی تقریبات جن کو اُمت کے اتحاد و اتفاق کا نمونہ ہونا چاہئے، وہی اختلاف وانتشار کا سبب بن جاتے ہیں اور جو لوگ اُمت کو جوڑنے کا کام کرتے، وہی اختلاف کے علمبردار بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں، تو ایسی صورت میں کون ہے جو ان بکھرے ہوئے تسبیح کے دانوں کو پرو سکے، اور شکستہ دلوں پر مرہم رکھ سکے! —— ہمارے فضلاء کو اس پر ضرور توجہ دینی چاہئے کہ وہ اُمت کے کسی ایک طبقہ کے رہنما نہیں ہیں؛ بلکہ پوری اُمت کے لئے دوا اور درد دل کا درجہ رکھتے ہیں، ان کو تمام مسلمانوں سے بحیثیت مسلمان محبت رکھنی چاہئے اور اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ ان کی زبان اور قلم کہیں اُمت میں انتشار کا باعث نہ بنے۔

پانچویں اور بہت ہی اہم بات یہ ہے کہ اُمت کا ایک بہت بڑا طبقہ وہ ہے جس نے جدید علوم کو حاصل کیا ہے، جیسے ہمارے علماء دین کا وجود ایک ضرورت ہے ویسے ہی عصری علوم کے ماہرین بھی ہمارے لئے بہت بڑی ضرورت ہیں، ہم ان کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کر سکتے، یہ قوم کا بہت بڑا اثاثہ ہیں، یہ عام طور پر اسلام کے بارے میں مخلص بھی ہیں، اگر کچھ لوگ ایسی باتیں کرتے ہوں جو دین کے مزاج و مذاق کے خلاف ہیں، تو یہ زیادہ تر ان کی ناواقفیت اور ناآگہی کی وجہ سے ہے اور باہمی غلط فہمی کی وجہ سے علماء اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے درمیان ایک خلیج سی پیدا ہوتی جا رہی ہے۔

یہ بہت افسوس ناک ہے اور اس میں زیادہ تر محض باہمی دوری اور غلط فہمی کو دخل ہے، علماء کا فریضہ ہے کہ وہ اس طبقہ کو اُمت کی بہترین امانت سمجھ کر قریب کریں، ان کے شکوک وشبہات کو تحمل کے ساتھ سنیں اور محبت کے ساتھ ان شکوک کے کانٹوں کو ان کے دلوں سے نکالیں، اُمت میں جو لوگ فکری اعتبار سے راہ مستقیم سے منحرف ہوں، ان کے ساتھ ہمارا سلوک وہی ہونا چاہئے جو ایک ہمدرد اور فرض شناس معالج کا اپنے ناسمجھ مریض کے ساتھ ہوتا ہے، ہمارا رویہ ان کے ساتھ فریق اور رقیب کا نہ ہو؛ بلکہ رفیق اور صدیق کا ہو۔

یہ ہمارے نوجوان فضلاء کے لئے ان کے ایک ایسے بھائی کی گذارشات ہیں جو اس راہ سے بہ مقابلہ ان کے کسی قدر پہلے گذر چکا ہے، یہ ایسی حقیقتیں ہیں کہ جن پر دھیان دینا وقت کی بہت بڑی ضرورت ہے اور جن سے بے پہلوتہی اُمت اور علماءِ اُمت دونوں کے لئے نقصان دہ ہے۔

ہوشمندی کی ضرورت!

مولانا محمد احسان رشیدی

ایک دور تھا جب سرزمین ہند پر مسلمانوں کی حکمرانی تھی، پھر انگریز نے اس ملک پر نہایت فریب کاری دھوکہ دہی اور مکاری سے قبضہ کرلیا، اس کے باوجود سرکاری دفاتر محکمہ جات عدالتوں اور فوج پولیس وغیرہ میں مسلمانوں کی چھاپ اور حصہ داری چلتی رہی، یہاں تک کہ علماء ہند اور قائدین ملک کی مشترکہ قربانیوں سے آزادی وجود میں آئی تقسیم ہند سے مسلمانوں کے غلبہ اور دبدبہ کو بہت بڑا نقصان پہونچا؛ تاہم اس کے بعد بھی مسلمان ہند کی سرزمین پر بے خوف وخطر چلتے پھرتے رہے اور دینی ودنیوی معاملات انجام دیتے رہے، صنعتوں اور حرفوں میں مسلمان سب سے آگے تھے، کچھ عرصہ قبل تک فیکٹریوں، بازاروں اور منڈیوں میں اہل ایمان کا دبدبہ قائم رہا، بڑے بڑے اجتماعات اور جلسے جلوس نہایت جرأت وہمت اور بے خوفی کے ساتھ منعقد کرتے رہے، آزادی اور بے باکی دل ودماغ سے جدا نہ ہوتی تھی؛ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے حالات نے کروٹ لی مسلمانوں کی بے دینی، جہالت اور غفلت کے نتائج سامنے آنے لگے، ہر میدان میں ہمارا دبدبہ کم ہوتا گیا اور ہم ترقی کی راہوں میں پیچھے جاتے رہے۔

اس کو قرآن کریم کچھ اس طرح بیان کررہا ہے اور آپسی اختلافات وتنازعات سے منع کررہا ہے " وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ" کہ تم آپس میں مت جھگڑو کہ تم بزدل بن جاؤ گے، تمہاری ہوا اکھڑ اجائے گی اور صبر کرو، یقیناً اللہ پاک صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں، کتنی زبردست تعلیم ورہبری ہے، اے کاش! اللہ پاک ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے آمین۔

تاہم ۸۴،۸۵ء سے ہندو بیداری کی لہر شروع ہوئی، ہندو تنظیمیں وجود میں آئیں، فرقہ پرستوں نے ملک اور بیرون ملک سے کثیر مقدار میں سرمایہ جمع کیا اور بابری مسجد گرانے کا ماحول قائم کیا، کانگریس نہایت ہی غیر مناسب رویہ اختیار کرتی رہی، مرکز میں کانگریس حکومت کی نگرانی میں ۶؍دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کی شہادت کا اندوہناک واقعہ پیش آگیا، تمام مسلمانوں کے دل زخمی ہوگئے اور اس کے بعد بھی فسادات جگہ جگہ ہوتے رہے، جن میں مسلمانوں کا کافی مقدار میں جانی ومالی نقصان ہوتا رہا، بڑی عیاری کے ساتھ ہر ترقی اور ہر محکمہ میں مسلمانوں کو پیچھے رکھا گیا، سرکاری محکموں میں مسلمانوں کی نمائندگی برائے نام ہوتی چلی گئی، پھر وہ وقت بھی آپہنچا جب برسر اقتدار پارٹی نے نہایت مکاری فریب کاری کے ساتھ حکومت پر قبضہ کرلیا، سب کا ساتھ سب کے وکاس کا نعرہ دیا اور لوگوں کو خوب بے وقوف بنایا کہ اچھے دن آئیں گے، اولاً نوٹ بندی کے ذریعہ مسلمانوں کی مالی حیثیت کا اندازہ لگایا، ساتھ ساتھ اپنے کالے دھن کو سفید کیا اور مسلمانوں کی معیشت کو کمزور کرنے کیلئے GST لاگو کی، خصوصاً وہ کاروبار جو مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں مثلاً لکڑی، پیتل، چمڑے وغیرہ کے کاروبار پر زیادہ ٹیکس لگایا تاکہ رفتہ رفتہ فقر وافلاس کی طرف بڑھتے رہیں۔

آپ اندازہ کیجئے کہ ماضی میں جھارکھنڈ میں بی جے پی حکومت نے چمڑے فروخت کرنے پر بالکل ہی پابندی لگادی اور ممبئی میں دوسو روپے چمڑا فروخت ہوا، بنگلور میں پچاس روپے اور یوپی میں بھی آدھی قیمت رہی، مسلمانوں کو نقصان ہونے کے ساتھ ساتھ اہل مدارس کو زبردست جھٹکا لگا، سال بھر سے زائد ہوگیا پوری قریشی برادری افلاس کی طرف تیزی سے بڑھ رہی ہے، گوشت کے سلاٹر ہاؤس ذرا ذرا سی کمی پر بار بار بند کئے جاتے ہیں کہ مسلمان عاجز ہوکر اس کاروبار کو چھوڑ بیٹھیں، کھنن پر پابندی لگا رکھی ہے؛ کیونکہ مسلمانوں کا بہت بڑا طبقہ اس کاروبار سے روزی روٹی حاصل کررہا تھا، چمڑے فیکٹریاں زیادہ تر مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہیں جن میں آدھی سے زائد بند ہوچکی ہیں، ممبئی کے مسلمان تاجروں پر کڑی نگرانی کردی گئی کہ وہ باہر ملکوں سے مال سپلائی نہ کرسکیں، لکڑی کے کاروبار کا یہ حال ہے آدھے سال سے زائد ہوگیا لوگ گھروں میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں، بنارس مؤاعظم گڑھ وغیرہ میں گھر گھر مسلمانوں کے پاورلوم ہیں وہاں پر دھاگے پر اتنا ٹیکس لگا دیا گیا کہ کپڑا بننا مشکل ہوگیا، لوگ کاروبار کریں یا چھوڑیں کی کشمکش میں زندگی گذار رہے ہیں اور دیگر مسلم کاروباروں کا یہی حال ہے۔

آہستہ آہستہ مسلمانوں کو معاشی پستی اور کمزوری کی طرف دھکیلا جارہا ہے، دوسری جانب مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے کی تمام تدابیر اختیار کی جارہی ہیں، نہتے مسلمانوں پر حملہ کرکے قتل کردیا جاتا ہے اور قاتلوں کو اولاً تو گرفتار نہیں کیا جاتا اگر گرفتار ہو بھی جاتے ہیں تو ان کو کلین چٹ دے دی جاتی ہے، جیسا کہ پہلو خان کے معاملہ میں ہوا، پرگیہ سادھوی جیسے پرانے مجرموں کو ضمانتیں دی جارہی ہیں، اقلیتی اداروں کا کردار ختم کرنے کیلئے منصوبے بنائے جارہے ہیں، جامعہ ملیہ ہو یا مسلم علی گڑھ یونیورسٹی سب کا اقلیتی کردار داؤ پر ہے، الغرض چاروں طرف سے اہل ایمان کو ٹارچر کیا جارہا ہے اور رفتہ رفتہ مسلمانوں کی آزادانہ زندگی کا حصار قائم کرکے گھیرابندی کی جارہی ہے اور مسلسل ذہنی دباؤ بنایا جارہا ہے کہ مسلمان مجرمانہ اور غلامانہ زندگی گزارنے پر مجبور ہوجائیں، اب آپ ذرا روہنگیا مسلمانوں کی تاریخ پر نظر ڈالیں کہ پہلے وہ کس صورت حال میں تھے اور اب ان کا کیا حشر ہوا، پوری دنیا نے دیکھا، بادشاہ ہارون رشید کے دور سے وہاں مسلمان آباد ہونا شروع ہوئے، پھر ۱۴۰۰ء میں وہاں کا سلطان مسلمان ہوا، تقریباً ساڑھے تین سو برس تک مسلمانوں کی حکومت رہی، انگریز کا دور آیا اس نے دیکھا کہ مسلمان ہمارے مقابل ہیں تو اس نے بودھسٹوں اور مسلمانوں کے درمیان نفرت پیدا کرکے آپس میں لڑائی کرادی اس ایک عرصہ تک انگریز حکومت کرتا رہا، یہاں تک کہ جب انگریز برما سے بھاگنے پر مجبور ہوا تو مسلمانوں اور بودھسٹوں کو آپس میں جم کر لڑایا، لاکھوں مسلمان شہید ہوئے اور حکومت بودھسٹوں کے ہاتھوں میں چلی گئی، مسلسل وہ لوگ مسلمانوں پر طرح طرح کی پابندیاں لگاتے رہے، قربانی، اذان، جماعت، مدارس پر پابندی لگائی، بغیر اجازت ایک شہر سے دوسرے شہر جانا بند کردیا، بغیر اجازت شادی نہیں کرسکتے، آزادانہ ملازمت نہیں کرسکتے، مسلسل معاشی طور پر کمزور کیا گیا، مکمل دباؤ بنانے کے بعد شہریت ختم کردی گئی، ایک وقت وہ آیا کہ مسلمانوں کے گھروں سے تلاش کرکے تمام ہتھیار ڈنڈے چھڑیاں وغیرہ نکال کرلے گئے اور پھر قتل عام شروع کردیا، اور الزام یہ لگایا گیا کہ جمعہ کی صبح ۱۵۰ روہنگیا دہشت گردوں نے ۲۰ چوکیوں کو نشانہ بنایا جس میں ۱۲ فوجی ہلاک ہوگئے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ ظالموں کی طرف سے ہر بڑی کاروائی کا جواز پیدا کرنے کیلئے ایک بڑا حادثہ وجود میں لایا جاتا ہے، افغانستان پر حملہ کیلئے ولڈ ٹریڈ سینٹر پر حملہ کرایا گیا، گجرات میں آگ وخون کی ہولی کھیلنے کیلئے گودھرا ٹرین میں آگ لگائی گئی، مظفر نگر میں کمزوروں پر ظلم وستم ڈھانے کیلئے ایک لڑکی کی عصمت دری کا الزام لگایا گیا، یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ ہمارے ملک والے بھی رسی کا سانپ بنانے میں بڑے ماہر ہیں، جب انہیں کچھ کرنا ہوتا ہے تو اس کیلئے سبب بھی گھڑ لیا جاتا ہے، اس لئے یہ سوچ کر بے فکر بیٹھ جانا کہ ہمارے ملک کی حالت تو بہتر ہے، یہاں مسلمانوں کی طرف سے کوئی غلط قدم نہیں اٹھایا جارہا ہے، بڑے صبر وضبط کے ساتھ مسلمان زندگی گذار رہے ہیں، یاد رکھئے! اس سے دس گنا زیادہ صبر وضبط کے ساتھ روہنگیا مسلمان زندگی گذارتے چلے آرہے تھے؛ لیکن ظالموں نے جب کاروائی کرنا طے کرلیا تو دنیا والوں کی نگاہ میں اس کا جواز بھی پیدا کرلیا، کیا ہم نہیں دیکھتے کہ کسی کو دہشت گرد ثابت کرنا ہوتو تلاشی کے بہانے اس کے بیگ میں پستول رکھ دیتے ہیں اور جن کے یہاں تمام ہی مسائل عقائد سے مربوط ہوں ان کیلئے تو ہر روز ایک زبردست امتحان ہے، خصوصاً اس وقت جبکہ وزیر اعظم برملا کہہ رہے ہوں کہ کوئی بھی آستھا کے مسئلہ کو لیکر حکومت کے مقابلہ پر آئے گا اس کو گولیوں کا سامنا کرنا ہوگا، کیا رام رحیم کے واقعہ میں تمام مسلمانوں کیلئے عبرت نہیں ہے؟ حکومتوں کے پاس ایسے سینکڑوں ہتھکنڈے ہوسکتے ہیں کہ ان کو چھوڑ کر تھوڑی دیر میں پورے ملک کی فضا خراب کردی جائے، اس لئے ہر صاحب ایمان کیلئے ضروری ہے کہ مستقبل کے خطرات کو نظر انداز نہ کرے اور ظلم وستم سے بچنے کیلئے ممکن تدابیر اختیار کرنا ہر مسلمان ہی کیلئے نہیں بلکہ ہر انسان کا فطری حق ہے۔

گودھرا کی جلی کٹی لاشوں کے نقشے لوگ بھولے نہیں ہیں، مظفر نگر میں بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو کس بے رحمی سے قتل کیا گیا، بیان کرنے والے چشم دید گواہ آج بھی موجود ہیں، سرکاریں بدلنے کا انتظار کرنا بھی عبث ہے؛ کیونکہ مظفر نگر میں جو کچھ حالات رونما ہوئے وہ کانگریس اور سماج وادی کی سرکار میں ہوئے، جس کو مسلمان اپنا محافظ سمجھتے ہیں، آپ فرصت کا وقت ضرور نکالئے اور سوچئے کہ آج آسمان کے نیچے روئے زمین کے اوپر اراکان سے مظلوم کوئی بستی ہوگی؟ ہزاروں لوگ بے گور وکفن پڑے رہ گئے، جہاں رات دن ہزاروں مساجد سے اذانوں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں وہاں سناٹا چھایا ہوا تھا، چاروں طرف ہو کا عالم تھا، بڑی تعداد میں روہنگیا مسلمان بنگلہ دیش، انڈونیشیاء، ملیشیا کی طرف ہجرت کر گئے، راستہ طے کرتے ہوئے بھوک پیاس کی شدت سے ہزاروں لوگ درمیان میں لقمہ اجل ہوگئے اور جو بچے وہ جنگلوں میں چڑھ گئے، جہاں وہ بھی بھوک پیاس کی شدتوں کو برداشت کرکے رہے، یوپی کے سابق وزیر وسیم احمد بنگلہ دیش رسد لیکر پہونچے تو انہوں نے واپس آکر کہا کہ ایک بوتل کو دس دس آدمی ایک ایک گھونٹ کرکے پی رہے ہیں، ایک عورت نے بیان کیا کہ اس کے بچے کو اس کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کردیا گیا اور پھر اس کے شوہر کا گلا کاٹ کر ماردیا گیا، پھر اس عورت کے ساتھ بیس بیس لوگوں نے عصمت دری کی، ہر طرف مایوسی بے بسی اور لاچاری کا عالم ہے، لوگ موت کو زندگی پر ترجیح دے رہے ہیں۔

مسلمانوں کی یہ حالت کیوں ہوئی؟ اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے دنیا کو دین پر ترجیح دے رکھی ہے، ہمدردیاں ختم ہوگئی، نفس پرستی خواہش پرستی میں لگے ہوئے ہیں، مصیبت زدوں کا خیال نہیں، ذمہ داریوں کو بھول گئے، حکم عدولیاں، نافرمانیاں اور معاصی زندگی کا جزو لاینفک بن گئے، ذرا سے حالات بہتر ہونے پر پھر اس پرانی روش پر لوٹ آتے ہیں، دنیاوی مفادات کیلئے آپس ہی میں دست وگریباں ہونا شروع ہوجاتے ہیں، **ذلک لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الآخرة عذاب شدید**، خدانخواستہ بے بسی اور بیچارگی کے حالات میں پہنچ کر اگر آدمی دین کو خیر باد کہہ کر کفر اختیار کرلے تو دنیا بھی گئی اور آخرت بھی، اس لئے قنوت نازلہ، آیت کریمہ، استغفار، نماز اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ علاج اور تدابیر کو بھی عبادت سمجھ کر اختیار کیا جائے، وقتی حالات سے سمجھوتہ کرنے کی حکمت عملی کے بجائے پائیدار اور مستحکم لائحہ عمل تیار کیا جائے جن پر چل کر آنے والی نسلیں ظالموں کے ظلم وستم سے محفوظ رہ سکیں۔

مولانا سعود اللہ رحمانی کی والدہ کے انتقال پر امارت شرعیہ میں تعزیتی نشست

حضرت امیر شریعت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی ودیگر ذمہ داران امارت شرعیہ کی جانب سے اظہار تعزیت

مولانا سعود اللہ رحمانی مبلغ امارت شرعیہ ومولانا نور عالم رحمانی سابق مبلغ امارت شرعیہ کی والدہ ماجدہ کا طویل علالت کے بعد ان کے آبائی گاؤں پرنداہا ضلع ارریہ میں انتقال ہوگیا، جس پر حضرت امیر شریعت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی نے رنج وغم کا اظہار کیا ہے، اس مناسبت سے مرکزی دفتر امارت شرعیہ میں دعائیہ مجلس کا انعقاد کیا گیا، جس میں ذمہ داران وکارکنان امارت شرعیہ نے شرکت کی اور مرحومہ کی مغفرت کے لئے دعائیں کیں، اس موقع پر نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب نے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مرحومہ نے لمبی عمر پائی اور ان کے دو ہونہار صاحبزادوں مولانا نور عالم رحمانی ومولانا سعود اللہ رحمانی کی اس ادارہ کو خدمات حاصل رہی ہیں، جن میں مولانا سعود اللہ رحمانی اب بھی شعبۂ دعوت وتبلیغ میں سرگرم عمل ہیں، ہم خدام امارت شرعیہ کا ہمیشہ سے اپنے رفقائے کرام کی ہر خوشی وغم میں شامل ہونے کا عمل رہا ہے، ہم تمام لوگ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اپنے گہرے صدمے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم تمام لوگ جناب مولانا سعود اللہ رحمانی اور ان کے جملہ اہل خانہ کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور مرحومہ کی مغفرت کے لئے دست بہ دعا ہیں۔ مجلس میں موجود جناب مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ نے اپنے تعزیتی بیان میں مرحومہ کی طویل علالت کا تذکرہ کیا اور ان کے اہل خانہ کی امارت شرعیہ سے والہانہ وابستگی کا اظہار بھی فرمایا۔ مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ نے بھی مولانا سعود اللہ رحمانی اور ان کے خانوادہ کے حق میں تعزیتی کلمات کہے۔ جناب مفتی سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ نے اس موقع پر انسان کی عارضی زندگی اور اس کی بے ثباتی کا تذکرہ کرتے ہوئے مرحومہ کے پسماندگان کو تعزیت مسنونہ پیش کیا۔ جناب مولانا قمر انیس قاسمی صاحب معاون ناظم امارت شرعیہ نے بھی مولانا سعود اللہ رحمانی ومولانا نور عالم رحمانی کے لئے تعزیتی کلمات کہے اور ان کی والدہ کے حق میں دعائے مغفرت کی۔ اس تعزیتی مجلس میں جناب مولانا احمد حسین قاسمی مدنی معاون ناظم امارت شرعیہ وجناب مولانا ابوالکلام شمشی معاون ناظم امارت شرعیہ، جناب مولانا شمیم اکرم رحمانی معاون قاضی شریعت امارت شرعیہ اور مولانا شاہ نواز عالم مظاہری کے علاوہ مختلف کارکنان شریک تھے۔ اخیر میں تعزیتی تأثرات کے بعد حضرت نائب امیر شریعت دامت برکاتہم نے مرحومہ کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی اور اس پر مجلس کا اختتام ہوا۔

دینی تعلیم سے بے توجہی - ایک لمحۂ فکریہ!

مولانا محمد تبریز عالم قاسمی

کیا انسان کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ معاشرے میں، مذہبی اور دینی تعلیم وتربیت سے عاری ہوکر زندگی کے قیمتی لمحات گذارے، یا پھر اسے تعلیم وتربیت، تہذیب وشائستگی اور اخلاق وآداب کی بھی ضرورت ہے؟ واقعی اور یقینی بات یہ ہے کہ دوسری شِق انسان کی نافعیت کے لیے ناگزیر ہے، اس کا انکار، دن میں آفتاب کے انکار کے مترادف ہوگا، ہر زمانے میں تعلیم یافتہ شخص کی قدر وقیمت رہی ہے۔ تعلیم کے بغیر ترقی کی خواہش، خواہ مخواہ کی بات ہے، کوئی معاشرہ، سوسائٹی اور ملک، ترقی کی صف میں، اس وقت تک کھڑا نہیں ہوسکتا؛ تا آں کہ وہاں کے لوگ، زیورِ تعلیم سے آراستہ نہ ہوں، تعلیم وہ نسخۂ کیمیا ہے، جس سے مُردے، مسیحا بن جاتے ہیں۔

خالقِ کائنات نے، انسان کو کامل ومکمل بنانے کے لیے، ہر طرح کا انتظام کیا ہے، انبیاء ورسل کی بعثت کا سلسلہ قائم فرمایا، ساتھ میں قوانین وضوابط اور دستورِ حیات اُتارے؛ تاکہ انھیں اپنا کر وہ ''خیر الناس'' کی فہرست میں شامل ہوسکے، دنیا میں امن وشانتی کی پُر بہار ہوا چلتی رہے اور صالح وصحت مند معاشرے کی تشکیل ہو، اللہ رب العزت کی جانب سے بھیجے ہوئے قوانین اور انبیاء ورُسل کے ذریعہ، ان کی تلقین وتشریح ہی کا دوسرا نام ''دینی تعلیم'' ہے، اب اگر کوئی قوم اپنی بنیادی دینی تعلیم سے منھ پھیر کر، عصری تعلیم کے حصول میں رات دن ایک کردے اور اسے ہی ترقی کی معراج تصور کرنے لگے، تو اسے وقتی اور دنیوی فوائد اور عہدے ومناصب یقیناً حاصل ہوں گے؛ مگر دیرپا اور اخروی فوائد سے نہ صرف ہاتھ دھونا پڑسکتا ہے؛ بلکہ آئندہ کی دائمی حیات خطرے میں پڑسکتی ہے۔

ہم مسلمان قوم ہیں، ہماری الگ شریعت وسماج ہے، ہماری الگ روشن تعلیمات ہیں، جن پر غیر اقوام بھی رشک کرتی ہیں، جن کے بارے میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ'' اور علم کی فرضیت کا مطلب، اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ؛ اتنا علم اور اتنی دینی تعلیم ہر مسلم مرد وعورت کے لیے بے حد ضروری ہے، جن سے وہ دین پر صحیح طور سے عمل پیرا ہوسکیں اور شریعت کے مطالبات کو روبہ عمل لاکر نگاہِ شریعت میں معتبر بن سکیں، پھر خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب بن کر، اپنی عاقبت سدھار کر، زندگی گذار سکیں، جو ایک مسلمان کا نصب العین ہے۔

صورتِ حال کیا ہے؟

آج دینی تعلیم سے بے رغبتی روز افزوں ہے؛ جس مذہب نے دینی تعلیم کو تمام مردوں وعورتوں کے لیے فرض قرار دیا ہو، اور جس مذہب میں علم وحکمت سے پُر قرآن جیسی عظیم کتاب ہو اور جس مذہب کی شروعات ہی ''اقرأ'' یعنی تعلیم سے ہوئی ہو، اسی مذہب کے ماننے والے دینی تعلیم کے میدان میں سب سے پیچھے ہیں، قانونِ وراثت کو نصف علم بتانے والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں، اس کا علم رکھنے والے کھانے میں نمک کے برابر بھی نہیں، علامہ اقبال نے تعلیم کو، امراضِ ملت کی دوا اور خونِ فاسد کے لیے مثل نشتر بتایا ہے؛ لیکن اس دوا کی فکر کتنے لوگوں کو ہے؟ کہتے ہیں کہ ماں کی گود، بچے کے لیے پہلا مکتب ہوتا ہے، اب اگر ماں ہی دینی تعلیم سے بیزار ہے تو اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ بچے پر کیا اثرات پڑیں گے، اگر گھر کے بزرگ وبرتر افراد ہی دینی تعلیم سے تہی دامن ہوں، تو وہ اپنے نونہالوں کی کیا ذہن سازی کریں گے، مسلمانوں کے گھروں میں، دینی تعلیم کی کمی تشویش ناک حد تک ہے، آج مسلمانوں کو اور ان کے بچوں کو قرآن وحدیث کے مطالعہ کی فرصت ہی نہیں، لوگ اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کی فکر ہی نہیں کرتے؛ جو زندگی گذارنے کے لیے ضروری ہے، اب وہ بچے جو کل کا مستقبل اور سرمایہ ہیں، جب ہوش کی عمر کو پہنچیں گے تو ان سے دین کی عزت وتکریم کی توقع بے سود ہے، ہر طرف دنیاوی علوم کے حصول کا شور ہے، ہر فرد اسی تاک میں ہے کہ کیسے، اعلیٰ دنیاوی تعلیم حاصل کرکے نوکری (Job) کرلے، اور زیادہ تنخواہ حاصل کرے، اسلام اس کی راہ میں حائل نہیں ہے، ہاں مگر اتنا ضرور ہے کہ دینی تعلیم کو فراموش کرکے، عصری تعلیم کا حصول خدائی گرفت کا موجب ہے، دینی تعلیم تو بنیاد ہے اور عصری تعلیم دیواریں، بنیاد کے بغیر، دیوار کا تصور، احمقانہ تصور کہلائے گا اور وہ حضرات جن کی رگوں میں، دینی غیرت وحمیت کا خون بالکل سرد نہیں ہوا ہے، ان میں سے کچھ لوگ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دینا چاہتے ہیں؛ لیکن طریقہ؟ کار غلط ہوتا ہے؛ کہ دن بھر میں صرف ایک گھنٹہ ٹیوشن کے نام پر کسی نامکمل مولوی یا استانی کو مامور کردیتے ہیں، جن کی معلومات ہی ناقص ہوتی ہے؛ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچوں کی بنیادی تعلیمات بھی نقص کا شکار ہوجاتی ہے۔

افسوس ناک سرد مہری

آج مسلمانوں کا بہت بڑا طبقہ ایسا ملے گا؛ جسے سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موٹی موٹی باتیں معلوم نہیں؛ لیکن کھلاڑیوں اور فلمی دنیا سے متعلق باتوں کے حوالے سے ان کی معلومات اعلیٰ درجے کی ہوتی ہیں، بہت سے لوگوں کو نماز ودیگر عبادات کے فرائض وسنن کا علم نہیں، اسلام کے بنیادی عقائد کی معرفت نہیں، ہمارے بہت سے مسلم بچے ایسے ملیں گے کہ وہ کلمہ تک نہیں جانتے، دینی تعلیم کے ترک کا ہی منفی نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی اکثریت نماز پنج گانہ سے غافل ہوکر، دربارِ الٰہی میں پانچ وقت کی حاضری سے محروم ہوگئی، اور اس کی حاضری جمعہ وعیدین تک محدود ہوگئی، اس کے چہرے سے حضور علیہ السلام کی سنت (داڑھی) غائب ہوگئی، اس کے جسم سے اسلامی لباس رخصت ہوگیا، یعنی اس کی زندگی سے اسلامی رنگ ختم ہوگیا اور بات یہاں تک پہنچ گئی کہ کارواں کے دل سے احساسِ زیاں رخصت ہوگیا، لوگ بزبانِ حال یہ کہہ رہے ہیں کہ دینی تعلیم کے حصول میں، سیم وزر کے حصول کی گارنٹی نہیں ہے، سوال یہ ہے کہ دینی تعلیم اسی کے لیے ہے اور کیا دینی تعلیم کے حصول میں منہمک رہنے والا طبقہ بھوکوں مر رہا ہے؟ یہ تو بزدلانہ خیال ہے۔ وہ حضرات خوش نصیب ہیں، جو دینی تعلیم کے حصول میں مشغول ہیں، کچھ نہیں تو وہ قرآن ونماز درست پڑھتے ہیں، آج عموماً اس کا رونا ہے کہ بچے والدین کی عزت نہیں کرتے، من مانی کرتے ہیں، اسراف کا شکار ہیں اور غلط راہ پر گام زن ہیں تو اس بیماری کا واحد حل، بچوں کو دینی تعلیم اور اسلامی اخلاق سے آراستہ کرنا ہے، اسی میں گھر اور معاشرے کا سکون پنہاں ہے؛ کچھ حضرات یہ کہتے ہیں، مغربی تعلیم وتہذیب نے، اسلامی تعلیم وتہذیب کو متاثر کیا ہے، ہم کیا کرسکتے ہیں، یقیناً یہ صحیح ہے؛ لیکن یہ کہہ کر پلہ جھاڑ لینا مسئلہ کا حل نہیں، اپنا قصور بھی ماننا پڑے گا، ہم کیوں متاثر ہوئے، ہم نے اپنے دامن کو محفوظ کیوں نہیں رکھا، اسلام کے اندر تو غیروں کو جذب کرنے کی صلاحیت ہے، نہ یہ کہ خود اسے ہی ہضم کرلیا جائے، غالبًا اکبر نے کہا ہے اور سچ کہا ہے:

اسلام کی تعلیم سے بیزار ہوئے تم — ہم کو تو گلہ تم سے ہے، یورپ سے نہیں ہے

ذرا غور کیجیے: ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب پر مضبوطی سے قائم ہیں، اور ہم مسلمان من حیث القوم کہاں جارہے ہیں؟ ہماری منزل کیا ہے؟ ہمارا انتخاب کیا ہے؟ ہمارا نصب العین کیا ہے اور کیا ہونا چاہیے؟ کچھ پتہ نہیں! دینی تعلیم سے بے توجہی کا گلہ کس سے کیا جائے، اس سے بے التفاتی کا شکوہ کس کے سامنے کیا جائے؟ کیا ہماری بربادی، تنزل اور مغلوبیت کا باعث، دینی علوم کا ترک نہیں ہے؟ ہم نے یہ سوچنا کیوں چھوڑ دیا کہ دینی علوم، ایک ایسا چراغ ہے، جس کی روشنی سے، تنگ وتاریک دل کشادہ اور روشن ہوجاتے ہیں، ہم یہ خیال کیوں نہیں کرتے کہ دینی تعلیم کی بساط پر ہی ہماری دنیا وآخرت سنور سکتی ہے، ہم کیوں نہیں غور کرنے کی کوشش کرتے کہ دینی تعلیم کے ذریعہ ہی ہم اپنی زندگی کے پیچ وخم سلجھا سکتے ہیں، ہم کیوں نہیں یقین کرتے کہ دینی تعلیم کے بل پر ہی، ہماری نیّا منجھدار سے نکل کر ساحلِ سکون پر لگ سکتی ہے، ہم کیوں نہیں اپنے اس عقیدے کو تازہ کرتے ہیں کہ دینی تعلیم ہی دنیا وآخرت میں فلاح پانے کی شاہ کلید ہے، ہم کیوں یہ بھول رہے ہیں کہ روزی روٹی کا مسئلہ بھی اس سے حل ہوجائے گا، ہم دینی تعلیم کے بغیر، شریعت کے تقاضے، مطالبات اور پیغامات کو کیسے سمجھیں گے، کیا ہمیں قرآن کو قرآن کی طرح پڑھنے کی فکر نہیں کرنی چاہیے، کیا ہم دینی تعلیم کے بغیر نماز وروزے اور دیگر عبادات کی روح کو سمجھ سکتے ہیں، کیا ہم دینی علوم کے بنا حلال وحرام کے درمیان صحیح فرق کرسکتے ہیں؟ ہمارے لیے یہ لازم ہے کہ ہم علمِ دین خود سیکھیں اور اپنی اولاد ومتعلقین کو سکھلائیں اور اس کی نشر واشاعت اور گھر گھر پہنچانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، وقت کا تقاضا بھی یہی ہے، وقت کی پکار بھی یہی ہے اور شریعت بھی یہی چاہتی ہے۔

اپنے بچوں کو اردو تحریر سے روشناس کرائیں

اولاد کی ایسی تربیت کرنا کہ وہ پوری زندگی خوش وخرم رہے، اور کبھی بھی احساسِ کمتری کا شکار نہ ہوں؛ والدین کا فریضہ ہے، اور والدین کی تھوڑی سی بے توجہی، اور لاپرواہی بچوں کے لئے سوہانِ روح بن جاتی ہے، مثلاً آپ نے کسی اولاد کے طرف سے پڑھنے پڑھانے پر توجہ نہیں دی، یا پڑھانے کی فکر تو کی، مگر تحریر اور املا نویسی کی طرف ذرا بھی التفات نہیں کیا، اور انھیں لکھنے لکھانے کی مشق نہیں کرائی، تو یاد رکھیں! زندگی میں ایسے بہت سے مواقع آئیں گے کہ آپ کی اولاد کو شرمسار ہونا پڑے گا، اور اس وقت اس کے دل سے بدعائیں نکلیں گی، اور یہ بھی ہوسکتا کہ آپ کو کوسنا شروع کردے، اور برا بھلا کہنے سے بھی دریغ نہ کرے۔

یاد رکھیں! تحریر ہر زندہ قوم کی علامت اور شعار ہے، اور تحریر ہی سے قومیں زندہ رہتی ہے، ورنہ ایک نہ ایک دن اس پر فنا طاری ہوجاتا ہے، اور وہ صرف نام سے تو الگ قومیت رکھتی ہے، لیکن اس کی ساکھ، راکھ بن جاتی ہے، جو صرف فضاؤں میں آوارہ پھرتی رہتی ہے، اور بسا اوقات لوگوں کے تکلیف کی باعث بھی بنتی رہتی ہے، اس کی زندہ مثال تو ہندوستان میں کئی ایک قومیں ہیں، جو اپنی تحریر سے رشتہ منقطع کرنے کی وجہ سے رسماً تو زندہ ہیں، مگر فی الواقع اپنا تشخص کھوچکی ہیں، اور کب نام پر بھی فنا طاری ہوجائے اور اکثریت میں مدغم ہوجائے، اللہ ہی کو معلوم ہے، چنانچہ پارسی ایک زندہ قوم تھی، اور وہ اپنی زبان اور تحریر دونوں سے مال مال تھی، مگر تحریر سے رشتہ منقطع کرنے کی وجہ سے اپنا تشخص بھی گم کرتی جارہی ہے، اور پتہ نہیں کب اکثریت میں ضم ہوکر اپنا وجود ہی کھودے، اسی طرح آریہ سماج جو سنسکرت کی زبان وتحریر میں اپنا امتیازی شان رکھتی تھی، اور اکثر دھارمک کتابیں سنسکرت زبان ہی میں ہیں، مگر کتنے فیصد لوگ ہیں، جو سنسکرت جانتے ہیں، اور چلو جاننے والے تو بہت ہوسکتے ہیں، مگر لکھنے لکھانے والے، یا پھر سنسکرت زبان کا مارکیٹ میں کیا مقام اور ویلیو رکھتی ہیں، شاید ذی ہوش سے چھپی ڈھکی نہیں ہے، نیز ''کائتھی'' بھاشا، رائج تھی، مگر آج صرف نام یا پرانے کاغذات کی زینت ہے، اسی طرح لنگایت ایک قوم ہے، مگر تحریر سے عاری الگ قومیت کی دعوے دار ہے، اللہ جانے کب اور کیسے اور کس بنیاد اور خصوصیات پر کسی الگ قومیت کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوتی ہے، اور اپنے وجود کی بقاء کی ان کے پاس کیا تدبیریں ہیں؟

ٹھیک اسی طرح آج ہمارے مکاتب کا حال ہے، کچھ جگہ تو محض عربی پڑھانے دینے کو ہی کافی سمجھا جاتا ہے، اردو پڑھانے کی بھی زحمت اٹھانا دشوار سمجھا جاتا ہے، اور وہ جب اردو کو پڑھانا ہی فضول سمجھتے ہیں؟ تو پھر تحریر اور املا کا مشق چہ معنیٰ دارد، اور کچھ مکاتب میں معصوم بچوں کو عربی دانی کے ساتھ اردو سے روشناس کرایا جاتا ہے، مگر املا اور تحریر پر مطلقاً دھیان نہیں دیا جاتا، ایسے بچے لکھنے لکھانے کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے، اردو ان کے استعمال میں نہیں آتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ وہ اردو کو بھولتے چلے جاتے ہیں، اور وہ بچہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے رکھتے اس احساس میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ ہمیں اردو ہی نہیں نہیں آتی ہے، اور وہ تمام کام کاج دوسری زبانوں میں کرتے ہیں، یہاں تک کہ شادی بیاہ کے پرمسرت موقع پر بھی دلہا دلہن ہندی یا انگریزی میں یا اپنی مادری زبان میں دستخط کردیتے ہیں، اس میں کوئی قباحت تو نہیں ہے، مگر اسلامی شان کو ظاہر کرنے اور اپنے تشخص کو برقرار رکھنے ہمیں چاہیے کہ عربی خط یا اردو خط میں دستخط کریں، ہاں کوئی قانونی دشواری ہو، تو الگ بات ہے۔

چوں کہ مکاتب میں بچوں کی تحریر اور املا پر کم دھیان دیا جاتا، اور یہی بچے مدارس اور جامعات میں جاتے ہیں، اور وہ یا تو حفظ درجے میں بٹھادیے جاتے ہیں، یا فارسی عربی میں؟ اب چوں کہ اس بچے کی تحریر واملا کمزور رہے، اور تحریر کی ساخت و پرداخت اور اس کے اشکال وشوشے جوڑ توڑ سے واقفیت نہیں ہے؛ اس لیے وہ حافظ یا عالم ہونے کے باوجود املاء اور تحریر میں کمزوری محسوس کرتے ہیں، اور کماحقہ قلمی اور ادبی وصحافتی خدمات سے محروم رہ جاتے ہیں۔

یاد رکھیں! تحریر آپ کی وجاہت اور شان کی آئینہ دار ہے، اور اس سے آپ کی قابلیت کا اندازہ ہوتا ہے، اور خراب اور غلط تحریر آپ کی ذات اور شخصیات کو داغدار اور آپ کی اولاد کی اہمیت کو گھٹا دیتی ہے، اور بسا اوقات آپ کی اولاد کو احساسِ کمتری میں، تو کبھی شرمساری میں بھی مبتلا کرسکتی ہے، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ کے وجود اور اسلامی تشخص کو خطرہ لاحق ہوتا ہے، اس لیے اپنی پھول سی اولاد کو زندگی کے کسی بھی موڑ میں احساسِ کمتری سے بچایئے، اور انھیں اردو تحریر سے بھی روشناس کرایئے۔ (ماخوذ تربیت اولاد کے چند اہم گر [قسط نمبر ۱۷])

ضروری مسائل سیکھ کر حج کی تیاری کریں

مولانا ندیم احمد انصاری

حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک ہے، جو صاحب استطاعت پر فرض ہوتا ہے، اور جس کی ادائیگی کے لیے دنیا کے کسی بھی کونے میں بسنے والے مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں حاضر ہو۔ جس کے لیے مسلمان اپنے خون پسینے سے کمائے ہوئے مال کی وافر مقدار خدا کے حکم اور اس کی محبت میں نثار کرتے ہیں بلکہ یہ دعائیں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بار بار حج بیت اللہ کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

یہ عمل وجذبہ یقیناً لائق صد تحسین ہے، مگر افسوس اس بات کا ہے کہ بہت سے افراد جن پر حج فرض ہو چکا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں اس کے لیے رخت سفر باندھنے کی توفیق بھی دی، وہ اس کی کماحقہ تیاری نہیں کرتے حتی کہ قرعہ اندازی میں نام نکل آنے کے بعد جب کہ گویا سفر حج پر جانا طے ہو جاتا ہے، تب بھی وہ حج کے ضروری احکام ومسائل کو جاننے سے غفلت برتتے ہیں، جب کہ جو عبادت فرض ہو اس کے متعلقہ ضروری مسائل کا سیکھنا بھی فرض وواجب ہوتا ہے۔ ویسے بھی حج کوئی روزانہ کی جانے والی عبادت نہیں، اس لیے اس کے احکام ومسائل مستحضر نہیں رہتے، یہی وجہ ہے کہ اہل علم سفر پر روانگی سے قبل نہ صرف مسائل کا مکرر مطالعہ کرتے ہیں، بلکہ اہم کتابیں بھی ساتھ رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں، اس لیے عوام کو تو اس بات کا بہت ہی اہتمام کرنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے اور مال خرچ کرنے کے باوجود کسی کوتاہی وغفلت کے سبب یہ عظیم فریضہ سر پر باقی رہ جائے یا اس کی روح فوت ہو کر رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بار بار حج بیت اللہ کی سعادت اور اس کی کماحقہ تیاری کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

مناسک حج سیکھنے کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر سے فراغت کے بعد اپنے صاحب زادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر جو دعائیں مانگی تھیں، من جملہ ان کے ایک دعا یہ تھی: ''رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ'' ہمارے پروردگار! ہم دونوں کو اپنا مکمل فرماں بردار بنا لے اور ہماری نسل سے بھی ایسی امت پیدا کر جو تیری پوری تابع دار ہو اور ہم کو ہماری عبادتوں کے طریقے سکھا دے اور ہماری توبہ قبول فرما لے۔ بے شک! تو اور صرف تو ہی معاف کر دینے کا خوگر، بڑی رحمت کا مالک ہے۔ (البقرہ: 128)

مناسک منسک کی جمع ہے اور منسک بہ فتح سین بہ معنی فعل اور بہ کسر سین بہ معنی موضع کے ہے۔ نسک کے معنی عبادت کرنا اور اس لیے عابد کو ناسک کہتے ہیں، پھر خدا کے نام پر قربانی کرنے کو بھی عبادت ہونے کی وجہ سے منسک کہنے لگے اور ذبیحے کون سی اور اسی وجہ سے افعال حج کو بھی مناسک کہتے ہیں۔ جیسا کہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''لِکُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا هُمْ نَاسِکُوْهُ''، ہم نے ہر امت کے لوگوں کے لیے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے، جس کے مطابق وہ عبادت کرتے ہیں۔ (الحج: 67) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسکِ حج سیکھنے کی خصوصی تاکید فرمائی ہے، جیسا کہ ابوداؤد شریف میں مروی ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قربانی کے دن اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے کنکریاں مارتے ہوئے دیکھا، آپ فرما رہے تھے تاکہ تم مناسک حج سیکھ سکو، اور فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ میں اپنے اس حج کے بعد حج کرسکوں گا یا نہیں۔ (ابوداؤد: 1970) مسند احمد ابن حنبل میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوتے تو سکون کے ساتھ ہوتے لیکن وادی محسر میں آپ نے اپنی سواری کی رفتار تیز کر دی اور ٹھیکری جیسی کنکریاں دیکھیں اور سکون ووقار سے چلنے کا حکم دیا اور فرمایا: میری امت کو مناسک حج سیکھ لینے چاہئیں، اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ میں آئندہ سال ان سے نہ مل سکوں۔ (مسند احمد: 14143)

طحاوی شریف میں ہے کہ ابوزبید نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت سوال کیا گیا جب کہ آپ دونوں جمروں کے درمیان تھے کہ: رمی سے پہلے حلق کر لیا گیا (تو کیا حکم ہے)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: کچھ گناہ نہیں، اور اس آدمی کے متعلق دریافت کیا گیا، جس نے رمی سے پہلے ذبح کر لیا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ گناہ نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ نے تم سے تنگی اور گناہ ہٹایا ہے (جو کام بھول چوک سے ہو جائے) مگر اپنے حج کے احکام سیکھو، وہ تمھارے دین کا حصہ ہیں، کیا تمھیں یہ معلوم نہیں کہ آپ نے ان کو احکامِ حج سیکھنے کا حکم فرمایا، کیوں کہ وہ ان کو اچھی طرح ادا نہ کرتے تھے، تو یہ اس بات پر دلالت ہے کہ جو تنگی اور گناہ اللہ تعالیٰ نے ان سے دور کی ہے، وہ احکامِ حج سے ناواقفیت کی وجہ سے تھا، کسی اور وجہ سے نہیں۔ (طحاوی: 3994)

اسی لیے علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: یہ فرض عین ہے، اس لیے بغیر معرفت کسی کی عبادت صحیح نہیں ہو سکتی اور یہ مستحب ہے کہ اپنے ساتھ کوئی ایسی کتاب رکھے جو مناسک کے سلسلے میں واضح ہو اور اس کے مقاصد کے لیے جامع ہو اور اس کا مطالعہ کرتا رہے اور دورانِ سفر اسے بار بار پڑھتا رہے، تاکہ مناسک کو صحیح طور پر ادا کر سکے۔ جس نے اس میں کوتاہی کی ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ بغیر حج ادا کیے ہی واپس آئے گا، کیوں کہ لاعلمی اور عدم معرفت کی بنا پر کوئی رکن یا شرط یا اس کے مثل کسی چیز میں خلل ہو سکتا ہے۔ بہت سے لوگ بغیر مناسک سیکھے وہاں پہنچ جاتے ہیں اور مکہ کے عوام کی تقلید کرنے لگتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ انھیں مناسک کا علم ہے اور دھوکے میں پڑ جاتے ہیں، یہ سخت غلطی ہے۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ: 17/81)

خلاصہ یہ کہ حج کرنے والے کے لیے حج پر جانے سے پہلے حج وعمرہ کے مسائل وکوائف اور سفر میں پیش آنے والے نماز وغیرہ کے مسائل کا سیکھنا واجب ہے، اس لیے جب ارادہ ہو جائے یا سفر شروع کرے، تو اسی وقت سے مسائل معلوم کرنے میں لگ جائے، کسی معتبر عالم سے دریافت کرتا رہے۔ امیر الحاج لکھتے ہیں کہ سب سے اہم چیز ان مسائل کا معلوم کرنا ہے جو حج کو جانے سے قبل اور روانگی کے بعد اور حج کے دوران پیش آتے ہیں۔ ان کا علم حاصل کرنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص پر فرض کیا ہے، اس لیے حج کے فرائض وسنن وحرام ومکروہ اور مسنون طریقے پر حج وعمرہ وزیاراتِ مقدسہ کی کیفیت کا معلوم کرنا ضروری ہے۔ حج ومناسک کے متعلق معتبر جامع اور واضح کتابیں اس مبارک سفر میں اپنے ساتھ رکھے اور ان کا ہمیشہ بار بار مطالعہ کرتا رہے اور جو بات سمجھ میں نہ آئے، کسی معتبر عالم سے سمجھ لیا کرے، معمولی لکھے پڑھے اور عام لوگوں پر بھروسہ نہ کرے، بلکہ مکہ معظّمہ میں جو معلم لوگ حج کرانے والے ہوتے ہیں ان پر بھی اعتماد نہ کرے، کیوں کہ یہ لوگ اکثر مسائل حج سے پوری طرح واقف نہیں ہوتے اور اگر ان کو وہ مسائل معلوم بھی ہوں تو اہتمام نہیں کرتے، اس لیے جہاں تک ہو سکے مسئلے کی تحقیق کسی معتبر عالم سے ہی کیا کرے اور ہو سکے تو ایسے عالم کی صحبت اختیار کرے، جو اس کو مسائل سکھاتا رہے۔

اسلام کا تعلیمی نظریہ

مولانا وصی سلیمان ندوی

تعلیم انسانیت کے لئے زیور اور اس کی ترقی و سربلندی کا سب سے بڑا ہتھیار ہے، انبیاء کی بعثت کا ایک اہم مقصد تعلیم وتربیت رہا ہے، علم وحکمت کی ترسیل کے لئے آسمانی کتابیں نازل کی گئیں، انسان کو خلیفۃ اللہ فی الارض کا منصب بھی اسی علم کی بنیاد پر حاصل ہوا اور اسے دوسری تمام مخلوقات پر برتری حاصل ہوئی، یہ تعلیم ہی ہے جس سے شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے اور ہر میدان کے رجالِ کار تیار ہوتے ہیں، اسی کے واسطہ سے ایسی شخصیات وجود میں آتی ہیں جن کے کردار کی خوشبو اور اخلاق کی عظمت انسانیت کا سرمایہ ہے۔

اسلام میں تعلیم کو بے پناہ اہمیت حاصل ہے، قرآن وحدیث میں حصول علم اور تربیت کی نشو نما کے لئے ابھارا گیا ہے اور اس کے دینی، اخلاقی اور روحانی فوائد ذکر کئے گئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مسلمان اپنی ابتدائی صدیوں سے ہی تعلیم و تربیت کے میدان میں سرخیل اور قائدانہ منصب پر فائز رہے ہیں، انہوں نے پوری دنیا کے لئے تعلیم کے میدان میں قابل تقلید سرمایہ چھوڑا ہے اور تعلیم سے وابستہ تمام موضوعات اور اس کی اخلاقیات سے دنیا کو مالا مال کیا ہے، اس گئے گذرے دور میں بھی دینی مدارس اور اسلامی تعلیم گاہیں تعلیم کے مفید اور درست مقاصد کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہیں، ان کے یہاں تعلیم محض معلومات جمع کرنے اور استاذ وشاگرد کے ایک رسمی رشتہ کا نام نہیں ہے بلکہ ان کے نصاب ونظام میں معلومات کا صحیح استعمال، علم کو انسانیت کی نفع رسانی کے لئے وقف کرنے اور اس کو غلط استعمال سے روکنے کی تربیت بنیادی حیثیت کی حامل ہے، علم کو انسانی اخلاقیات اور روحانی اقدار سے مربوط رکھ کر اس کاروان علم کو آگے بڑھانا مدارس اسلامیہ کی بنیادی شناخت ہے۔

اس کے بالمقابل اکیسویں صدی کی تیز رفتار ترقی نے تعلیم میں نئے نئے تجربات کئے، تعلیم آفاق وسیع کر دیئے، نئے نئے علوم ایجاد کئے، نت نئی تحقیقات کیں، انسانیت کو صنعتی انقلاب سے آشنا کیا، اور انسانیت کے کام آنے والی غیر معمولی ایجادات دنیا کو عطا کیں، لیکن اس نے تعلیم کے مقاصد محدود کر دیئے، انسان مشین کے ایک پرزہ کی طرح بے روح بن کر رہ گیا، اور مشینوں کے دھویں اور آلات کی فراوانی نے احساس مروت کو کچل کر ختم کر دیا، اشتراکی انقلاب کے بعد انسان صرف ایک مادی وجود کے طور پر باقی رہا، اس کا روحانی، اخلاقی اور انسانی پہلو بری طرح متاثر ہوا، اخلاقی قدریں پامال ہوگئیں اور تعلیم کے حصول کا وہ پہلو جس سے اخلاق وکردار بنتے تھے، رحمت وشفقت کے مجسم نمونے دنیا میں نظر آتے تھے، انسان انسانیت کی قدر کرتا تھا آنکھوں سے اوجھل ہو گیا، اس کی جگہ وہ اعلیٰ اخلاق وکردار سے عاری اور جذبات سے خالی ایک مجسم حیوان بن کر رہ گیا، اس پر ایک ایسا دور بھی آیا جب تعلیم میں نفرت، عداوت، تنگ نظری کی کاشت کی گئی، تاریخ کو مسخ کیا گیا، اس میں فرقہ واریت کے جراثیم داخل کئے گئے، اور کم سنی ہی سے بچوں کی ایسی تربیت کا انتظام کیا گیا کہ بڑا ہونے کے بعد وہ مختلف انسانی طبقات میں نفرت کو فروغ دے اور فرقہ وارانہ بنیادوں پر انسانیت کو تقسیم کر دے۔

نصاب تعلیم اور طرز تدریس، تعلیم کی اشاعت کے دو بنیادی عناصر ہیں، موجودہ دور میں جو سرکاری نصاب تیار ہوا ہے وہ اخلاق وکردار کی جگہ فرقہ واریت کا حامل ہے اس میں سیاست دانوں اور سربرآوردہ طبقات کی بالادستی ہے جس کے سبب مسلسل اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی جاتی رہتی ہے، اور تدریس کا عمل سہل انگاری، غفلت کوشی اور تعصب کا شکار ہے، ذہن سازی اور فکر کی تعمیر کی جگہ ٹیوشن کو فروغ حاصل ہو رہا ہے، اساتذہ کا تعصب اور تنگ نظری اور انتظامیہ کی جانب سے غیر ضروری مسائل کھڑے کئے جانے کی وجہ سے پورا سال ہنگاموں کی نذر ہو جاتا ہے اور جب کورس پورا نہیں ہوتا تو ٹیوشن کے ذریعہ اسے پورا کرایا جاتا ہے، اور پھر اس کے نتیجہ میں جو نسل تیار ہو رہی ہے وہ ہر میدان میں اپنی مثال آپ ہے، خود غرضی اور چار انچ کے پیٹ کی خاطر ساری جدوجہد ہے، جہاں کسی غریب کے آنسو، کسی کمزور کی بے بسی، کسی مریض کی مفلسی کوئی معنی نہیں رکھتی، اس لئے آج پڑھے لکھے تعلیم یافتہ افراد میں جس قدر خود غرضی کے نمونے دکھائی دیتے ہیں، ناخواندہ اور کم پڑھے لکھے لوگوں میں اس کا تناسب بہت کم ہے، جس کی ترجمانی حکیم ملت اقبال نے یوں کی ہے:

یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبر، یہ حکومت
پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیم مساوات

موجودہ زمانہ میں تعلیمی سرگرمیوں کا یہ مختصر منظر نامہ ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ تعلیمی سرگرمیاں انسانیت کی ظاہری ٹیپ ٹاپ باقی رکھنے کے لئے محدود ہو کر رہ گئی ہیں، انسان کے اندرون کی تعمیر، اخلاق فاضلہ کی تربیت، مادیت پر روحانیت کی برتری کا تصور، دکھ درد میں انسانیت کے کام آنے کا جذبہ اس تعلیم میں سرے سے غائب ہے، اور آج پوری انسانیت اس تعلیم نظام کے کڑوے پھل کھا رہی ہے۔

ضرورت ہے کہ تعلیم کے بارے میں اسلام کے نظریات اور اس کے تعمیری واخلاقی مقاصد کو دنیا کے سامنے لایا جائے اور عالمی معاشی بحران کے اس دور میں سودی نظام کے باعث پوری دنیا کو جو چیلنج درپیش ہے اسلام کی مبنی برانسانیت تعلیمات اور اس کے تعلیمی نظریات سے دنیا کو روشناس کرایا جائے، اور خدائی پیغام کی حامل امت ہونے کی وجہ سے اس سسکتی انسانیت کی رہنمائی کی جائے، مسلم اداروں کو اس جانب توجہ دینے کی شدید ضرورت ہے، شوال کے اس مہینہ میں جب ہمارے علماء، اساتذہ اور دینی تعلیم وتربیت کے کارکنان اپنے نئے تعلیمی سال کا آغاز کرتے ہیں کتنا بہتر ہو کہ وہ لوگ اپنے نظام، نصاب اور مقاصد تعلیم میں اس پہلو کو پیش نظر رکھیں اور پوری انسانیت کو درپیش اس چیلنج کی جانب بھی فکرمندی کے ساتھ توجہ کریں، اور انسانیت کے کارواں کو صحیح سمت عطا کرنے کی جانب متوجہ ہوں۔

هفتۂ رفتہ | محمد اظہار

بہار میں 1 لاکھ 78 ہزار اساتذہ کی ہوگی بحالی: وزیر اعلیٰ نتیش کمار کا اعلان

ریاستی حکومت بہار اسٹیٹ اسکول ٹیچر رولز-2023 میں کی گئی دفعات کے تحت، ریاستی سرکاری اسکولوں میں پہلی سے بارہویں جماعت کے لیے 1.78 لاکھ سے زیادہ اساتذہ کی تقرری کی جائے گی۔ یہ بحالی بہار پبلک سروس کمیشن کے ذریعے ہوگی، جس میں اساتذہ کی تنخواہ اور دیگر الاؤنسز پر تقریبا 11 ہزار کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔ گذشتہ منگل کو وزیر اعلیٰ نتیش کمار کی صدارت میں ریاستی کابینہ کی میٹنگ میں اس تجویز کو منظوری دی گئی۔ اجلاس میں کل 18 تجاویز کی منظوری دی گئی۔ اس کے علاوہ حکومت پنچایتی راج محکمہ میں لیکھ پال کی 6570 پوسٹوں پر بھی بحالی ہوگی۔ کابینہ کے اجلاس کے بعد کابینہ کے ایڈیشنل چیف سکریٹری ڈاکٹر ایس۔ سدھارتھ نے بتایا کہ کلاس 1 سے 12 تک کے اساتذہ کو بہار پبلک سروس کمیشن (BPSC) کے ذریعے بحال کیا جائے گا۔ اساتذہ کی تنخواہ اور دیگر الاؤنسز سے خزانے پر سالانہ تقریباً 11 ہزار کروڑ روپے کا اضافی بوجھ پڑیگا۔ سدھارتھ نے بتایا کہ پہلی سے پانچویں جماعت کے لیے 85477 عہدے بنائے گئے ہیں . جبکہ چھٹی سے آٹھویں جماعت کے لیے 1745 آسامیاں بحال ہوں گی۔ اس کے علاوہ کلاس 9-10 کے 33186 اساتذہ اور 11-12 کے 57618 اساتذہ کو بحال کیا جائے گا۔ حکومت نے اساتذہ کے لیے مختلف پے اسکیل مقرر کیے ہیں۔ جس میں کلاس 1 سے 5 کے اساتذہ کو 44180 مجموعی تنخواہ ملے گی۔ جبکہ کلاس 6 سے 8 کے اساتذہ کو مجموعی تنخواہ کے طور پر 49050 دی جائے گی۔ 8ویں سے 10ویں تک کے اساتذہ کو مجموعی تنخواہ کے طور پر 53970 دیے جائیں گے جبکہ 11ویں اور 12ویں کے اساتذہ کو مجموعی تنخواہ کے طور پر 55610 دی جائیں گی۔ ڈاکٹر سدھارتھ نے بتایا کہ اس سے قبل محکمہ پنچایتی راج کی مختلف اسکیموں کے نفاذ کے لیے اکاؤنٹنٹ کے 2096 عہدے منظور کیے گئے تھے۔ پنچایتی راج محکمہ کے بڑھتے ہوئے کام کو دیکھتے ہوئے 6570 خالی آسامیاں کنٹریکٹ کی بنیاد پر رکھی گئی ہیں۔ ریاستی کابینہ نے گیا میونسپل کارپوریشن اور مظفر پور میونسپل کارپوریشن کے علاقوں میں بڑھتی ہوئی فضائی آلودگی پر قابو پانے کے لیے محکمہ ٹرانسپورٹ کی تجویز پر غور کرنے کے بعد دونوں میونسپل کارپوریشن علاقوں میں 15 سال سے زیادہ پرانی تمام قسم کی تجارتی گاڑیوں کے چلانے پر پابندی لگادی ہے۔ جس کا نفاذ 1 اکتوبر .2023 سے ہوگا۔ مظفر پور اور گیا کے ساتھ ساتھ پٹنہ میونسپل کارپوریشن کے علاقے میں، حکومت نے تھری وہیلر ڈیزل کمرشل گاڑیوں کو بیٹری، سی این جی یا پیٹرول میں اپ گریڈ کرنے کے لیے گرانٹ دینے کی تجویز کو بھی منظوری دی ہے جو 15 سال سے زیادہ پرانی ہیں۔ گرانٹ کی رقم 20 ہزار سے 40 ہزار روپے ہوگی۔ (ہمارا سماج، ۳؍مئی ۲۰۲۳ء)

ریلوے مسافروں کی شکایات پر فوری کارروائی ہوگی

ریلوے مسافروں کی شکایات کو فوری اور مؤثر طریقے سے نپٹانے کے مقصد سے ریلوے کی وزارت میں ایک خصوصی ''ریل وار روم'' بنایا گیا ہے جو وزیر کی براہ راست نگرانی میں ہفتہ کے ساتوں دن چوبیس گھنٹے کام کرے گا۔ وزارت ریلوے کے ذرائع کے مطابق ریلوے مسافروں کی طرف سے ریل ہیلپ پورٹل، ٹول فری ہیلپ لائن اور سوشل میڈیا پلیٹ فارم کے ذریعے روزانہ تقریباً چھ ہزار شکایات ریلوے کو مل رہی ہیں اور دیکھنے میں آیا ہے کہ شکایات میں نپٹارے میں کبھی کبھی زیادہ وقت لگ جاتا ہے۔ مسٹر ویشنو نے اسے سنجیدگی سے لیا اور مسافروں کے لئے خوشگوار سفر کو یقینی بنانے کے لئے یہ فیصلہ کیا۔ ریل بھون کی تیسری منزل پر بنائے گئے اس ریل وار روم وزیر ریلوے اشونی ویشنو کی پہل پر قائم کیا گیا ہے۔ اس وار روم میں ریئل ٹائم معلومات کے لئے ایک بڑی اسکرین لگائی گئی ہے۔ ریلوے کو عام طور پر ٹکٹ، ریزرویشن، کیٹرنگ، صاف صفائی، ایئر کنڈیشنگ اور سیکورٹی سے متعلق شکایات اور ایمرجنسی صورت حال میں صحت اور طبی امداد سے متعلق مدد کے درخواست موصول ہوتے ہیں۔ شکایات کی درجہ بندی کی بنیاد پر وار روم میں چھ مختلف محکموں کے افسران کے کیوب بنائے گئے ہیں جو کہ صحت، صاف صفائی، الیکٹریکل اور مکینیکل، کیٹرنگ، کمرشل اور سیکورٹی سے متعلق معاملات کو دیکھیں گے۔ (یو این آئی)

اردو-عربی-فارسی اساتذہ کی تقرری کا فیصلہ

روزگار فراہم کرانے کے لئے محکمہ تعلیم میں کل 178026 آسامیاں مختص کی ہیں جو آنے والے دنوں میں BPSC کے ذریعے براہ راست بھرتی کی جائے گی۔ اور لوگوں کو روزگار فراہم ہوگا کل پوسٹوں میں درجہ 9 سے 10 تک 2100، 300 اور 200 آسامیاں اردو، فارسی اور عربی کے لئے مختص ہے دوسری ہندوستانی زبان کے طور پر کلاس 9 سے 10 اور 11 سے 12ویں کلاس کے لئے زبان اور دیگر فیکلٹیز کے لئے اردو، فارسی اور عربی بالترتیب 1684، 305 اور 200 آسامیاں مختص کی گئی ہیں جس سے ان مضامین میں پڑھنے والے طلباء کو روزگار کے مواقع میسر ہوں گے۔ (روزنامہ ہمارا سماج پٹنہ، ۳؍مئی ۲۰۲۳ء)

ایمس میں ملک کے پہلے روبوٹک سرجری ٹریننگ سنٹر کا افتتاح

گذشتہ ہفتہ آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز (ایمس) نئی دہلی میں روبوٹک سرجری ٹریننگ سینٹر کا افتتاح کیا گیا۔ یہ ملک کا پہلا روبوٹک سرجری کا تربیتی مرکز ہے۔ ایمس حکام کے مطابق یہ سہولت ایمس نئی دہلی کے ویٹ لیب، ایس ای ٹی (ہنر، ای لرننگ، ٹیلی میڈیسن) کی سہولت اور کنور جینس بلاک میں دستیاب ہوگی۔ یہ مرکز انڈیا میڈٹرونک پرائیویٹ لمیٹڈ کے اشتراک سے قائم کیا گیا ہے۔ یہ مرکز روبوٹک سرجری میں سرجنوں کو بہترین تربیت فراہم کرے گا۔ اس میں سیمولیشن کے ساتھ ویٹ لیب کی تربیت بھی شامل ہے۔ یہاں ایمس کے علاوہ دیگر اسپتالوں کے ڈاکٹر بھی روبوٹک سرجری کی تربیت لے سکیں گے۔ اب ڈاکٹروں کو روبوٹک سرجری کی تربیت کے لئے بیرون ملک جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ (روزنامہ تاثیر پٹنہ، ۳؍مئی ۲۰۲۳ء)

14 مئی کو امارت شرعیہ میں جلسہ دستار بندئ حفاظ

امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم کے حکم سے امارت شرعیہ کے شعبۂ تحفیظ القرآن کے فارغین حفاظ کرام کی دستار بندی کا اجلاس 14 مئی 2023 بروز اتوار بعد نماز مغرب مرکزی دفتر امارت شرعیہ میں منعقد ہوگا۔ اس موقع پر المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء اور دار العلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ رضا نگر گون پورہ کے تمام درجات میں اول دوم اور سوم پوزیشن لانے والے طلبہ کو بھی انعامات سے نوازا جائے گا۔ طلبہ کی حوصلہ افزائی اور علماء کرام کے بصیرت افروز خطاب سے مستفیض ہونے کا یہ بہترین موقع ہے، بڑی تعداد میں شریک ہو کر اجلاس کو کامیاب بنانے کی امارت شرعیہ کے ذمہ داروں نے اپیل کی ہے۔

طب وصحت

بے خوابی سے بچئے!

بہت سے لوگ بے خوابی کے شکار ہوتے ہیں جب وہ سونے کے لئے لیٹتے ہیں تو خیالات کا ہجوم انہیں گھیرے رہتا ہے، اسی لیے نیند نہیں آتی۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس بری عادات سے پیچھا چھڑانے کے لئے اور سوتے وقت تفکرات، اشتعال اور خوف وہراس سے چھٹکارا پانے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

اس کے لئے چند آسان طریقے ہیں، جن سے بہت مدد مل سکتی ہے۔ ایک بڑی اچھی تدبیر ہے، جو بہ ظاہر بہت معمولی اور طفلانہ سی معلوم ہوتی ہے، مگر جب خیالات بار بار ہمارے اور نیند کے درمیان خلل انداز ہوتے ہیں تو ان سے پیچھا چھڑانے کے لئے تجربہ سے بہت سے زیادہ مفید ثابت ہوئی ہے۔

چت لیٹ کر گھٹنے اوپر اٹھالو اور یہ تصور کرو کہ ایک سلیٹ گھٹنوں کے سہارے تمہارے پیٹ پر رکھی ہوئی ہے اور ایک غیر مرئی ہاتھ ان خیالات کو، جو تمہارے ذہن میں پیدا ہو رہے ہیں، اس سلیٹ پر لکھ رہا ہے اور تم دیکھ رہے ہو، مگر تمہارے ہاتھ میں ایک بھیگا ہوا اسپنج موجود ہے۔ تم اس سے سلیٹ پر لکھے ہوئے خیالات کو فوراً مٹا دیتے ہو۔ تم سلیٹ کو غور سے دیکھ رہے ہو اور جیسے ہی غیر مرئی ہاتھ سلیٹ پر لکھنا شروع کرتا ہے، تم پھرتی کے ساتھ اسے مٹا دیتے ہو، یہاں تک کہ ایک جملہ پورا نہیں ہونے دیتے۔ تم دیکھو گے کہ تمہیں بہت جلد نیند آجائے گی۔

دوسری آسان ترکیب یہ ہے کہ سوتے وقت سانس کی جو ہلکی، گہری، موزوں اور متناسب آواز پیدا ہوا کرتی ہے، اس کی نقل اتارنے لگو، یعنی اسی طرح سانس کی آواز پیدا کرنے لگو۔ یہ کام کافی غور اور توجہ سے کرو۔ اپنے سانس لینے کی آواز کو سنو اور غور کرو کہ وہ کتنی ہموار اور بالترتیب ہے۔ اس کے سننے سے ہی تمہیں سکون حاصل ہوگا اور خود اپنے سانسوں کی طرف تمہاری یہ توجہ بے جا مداخلت کرنے والے تکلیف دِہ خیالات کو دور رکھے گی۔ بہت ممکن ہے کہ چند منٹ بعد تم سکون محسوس کرنے لگو اور جو رُوپ تم نے نیند کا بھرا تھا، وہ اصل نیند میں تبدیل ہو جائے۔

اس کے علاوہ اور بھی تدبیریں ہیں۔ ہر ڈاکٹر اور طبیب جانتا ہے کہ صحیح طریقے سے غسل کرنے سے کتنے فائدے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ گرم پانی سے غسل نہ کرو اور نہ جسم کو تولیہ سے مَل کر، یا رگڑ کر صاف کرو۔ غسل ٹھنڈے پانی سے کرو اور جسم کو تولیہ سے تھپ تھپا کر خشک کرو۔ اس کے بعد تم کچھ سردی محسوس کرو گے۔ اب سیدھے بستر پر پہنچ جاؤ اور روشنی گل کردو۔ اب تمہاری سردی کم ہوتی جائے گی اور اس کے بجائے ہلکی ہلکی گرمی محسوس کرو گے۔ دس پندرہ منٹ آرام کرنے کے بعد اگر تم اپنے خیالات پر قابو رکھ سکو تو خوب نیند آئے گی۔

اگر رات میں کسی وقت سوتے سوتے آنکھ کھل جائے اور پھر نہ نیند آ رہی ہو تو لحاف یا رضائی یا چادر جو کچھ تم اوڑھے ہوئے ہو، اسے اتار دو، یہاں تک کہ تمہیں سردی معلوم ہونے لگے۔ اب پھر کچھ اوڑھ لو۔ جیسے ہی کچھ گرم ہوئے، نیند آجائے گی۔

ایک طریقہ نیند لانے کا بستر میں لیٹ کر پڑھنا ہے، مگر اس کے لئے اچھے تکیوں کی ضرورت ہے۔ وہ تکیے نہیں، جو تمہارے بستر میں رہتے ہیں اور تم سر کے نیچے رکھ کر سوتے ہو۔ موٹے موٹے سخت تکیے ہونے چاہییں، جو تمہیں اوپر اٹھائے رہیں اور تمہاری آنکھوں پر پڑھتے وقت زور نہ پڑنے دیں۔ بستر پر لیٹ کر ناول اور افسانے نہ پڑھو، بلکہ غور طلب سنجیدہ موضوعات پر کتابیں پڑھو۔ مشکل کتابیں نیند لانے کے لئے آسان کتابوں سے زیادہ بہتر ثابت ہوں گی۔

کتابوں کا یہ مطالعہ دماغ کو پس وپیش میں ڈال دے گا۔ یا تو دماغ کو پوری طاقت سے کام لینا پڑے گا، یا پھر وہ مغلوب ہو جائے گا اور اسے ہتھیار ڈال دینے پڑیں گے۔ دونوں صورتوں میں نیند آجائے گی۔ جن لوگوں نے ابھی تک اس طریقہ سے کام نہیں لیا ہے، انہیں یہ دیکھ کر تعجب ہوگا کہ کس قدر آسانی سے ان کا دماغ اطاعت قبول کر لیتا ہے اور انہیں نیند آجاتی ہے۔

اکثر مریض کہا کرتے ہیں کہ انہیں رات کے پہلے حصہ میں تو آسانی سے نیند آجاتی ہے، مگر رات کے آخری حصہ میں آنکھ کھل جاتی ہے اور پھر نیند نہیں آتی۔ ایسے مریضوں کو چاہیے کہ جب رات کے آخری حصہ میں ان کی آنکھ کھل جائے تو انہیں اپنی آنکھیں بند رکھنی چاہئیں۔ آنکھ کے پردے سے ہلکی سی روشنی کا ٹکراؤ بھی نیند کو دور بھگا دیتا ہے۔

ان تدبیروں میں سے کوئی بھی تمہیں سلا نہیں سکتی۔ یہ کام قدرت کا ہے، مگر ہاں ان سے قدرت کو اپنے روزمرہ کے کام میں بغیر کسی مزاحمت اور خلل اندازی کے مدد ضرور ملے گی۔ ذہن ایک تخلیقی عادت ہے اور نئی عادتیں فوراً قائم نہیں ہوسکتیں۔ لگاتار دس راتوں تک ان میں سے کسی تدبیر پر عمل کرنے کی کوشش نہ کرو۔ ایک کارگر نہ ہو تو دوسری تدبیر اختیار کرو۔ تجربہ سے معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے لیے کون سی تدبیر زیادہ مفید ہے۔ اگر تم ان پر عمل کیا تو ممکن ہے کہ تم انہیں توقع سے کہیں زیادہ مفید پاؤ۔ (ماخوذ: ہمدرد صحت فروری ۱۹۶۱ء)

Volume:63/73,Issue:17 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

To

کسی سے اپنی تباہی کا گلہ کیا ہو
ہمیں نے آپ ہی بیچی ہے آبرو اپنی
(عبدالباری غافل)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

دردِ بے چارہ پریشاں ہے کہاں سے اٹھے؟

پروفیسر اختر الواسع

سپریم کورٹ کے سابق جج آر ایف نریمن نے بڑے پتے کی بات کہی ہے کہ پولیس کو یہ بتانا چاہیے کہ مسلمان بھی ہندوستان کے شہری ہیں۔ شری نریمن جیسی آوازیں اس سے پہلے بھی اٹھتی رہی ہیں لیکن ان کا وہ خاطر خواہ اثر نہیں ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ ناصر اور جنید کے کیس میں کوئی قابل ذکر پیش رفت نہیں ہوئی، اسی طرح کانگریس کے اقتدار والی ریاست راجستھان میں راجدھانی جے پور سے کچھ کلومیٹر کے فاصلے پر فرقہ وارانہ تصادم سامنے آیا اور اس میں سب سے تکلیف دہ بات یہ تھی کہ مقامی پولیس نے ایک فرقے کے لوگوں کو ہی اپنی قانونی یا غیر قانونی کارروائی کا نشانہ بنایا۔

راجستھان ہائی کورٹ نے جے پور بم حادثے میں چار مسلمانوں کو جنہیں پہلے نچلی عدالت نے پھانسی کی سزا سنادی تھی انہیں نہ صرف باعزت بری کیا بلکہ یہ حکم بھی سنایا کہ پولیس والوں کے جانبدارانہ اور متعصّبانہ رویے کی تحقیقات ہونی چاہیے۔ یہاں ایک سوال جو اس سے پہلے بھی ہم اٹھا چکے ہیں، کرنے کو جی چاہتا ہے کہ چاروں انسانوں اور ان کے خاندانوں نے جو تکلیفیں اٹھائیں، سماج میں جس بے عزتی کا شکار ہوئے، معاشی اعتبار سے ان پر یافت کے سارے دروازے بند کردیے گئے اس کی بھرپائی کون کرے گا؟ کیا سرکاروں کو ایسے لوگوں کو جن کا مذہب چاہے کوئی بھی ہو، بے قصور پائے جانے پر معاوضہ نہیں ملنا چاہیے اور سماج میں ان کی باعزت باز آبادکاری کا کوئی نظم نہیں ہونا چاہیے؟

آسام کے وزیر اعلیٰ تو مسلمانوں کے خلاف اپنے بڑبولے پن کے لیے اپنی پہچان بنا ہی چکے ہیں اور اب انہوں نے یہ اعلان بھی کردیا کہ آسام میں کسی مدرسہ کو نہیں رہنے دیا جائے گا۔ اب انہیں یہ کون بتائے کہ یہ مدرسے ہی تھے جنہوں نے کبھی راجا رام موہن رائے کو علم و دانش سے ہمکنار کیا تھا۔ اس ملک کے پہلے راشٹر پتی اور اس سے پہلے دستور ساز اسمبلی کے صدر رہے بابو راجیندر پرساد بھی مدرسے ہی کے پیداوار تھے۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ ہمارے مدرسے ہی تھے جنہوں نے غریبوں کے ان بچوں کی تعلیم کا اہتمام کیا اور انہیں خواندہ بنایا جن کے پاس نہ کھانے کو تھا، نہ پہننے کو۔ جن کے سروں پر صحیح طریقے سے چھت بھی نہ تھی اور سرکاری اسکولوں میں دینے کے لیے فیس کے پیسے بھی نہ تھے۔ ایسے وقت میں ان مدرسوں نے ہی غریبوں میں خواندگی کا بھرم رکھا۔ مدرسوں کو ختم کرنے کے لیے یہ دلیل دینا کہ بنگلہ دیش سے انتہا پسند ان مدرسوں میں آکر نئی نسل کے ذہنوں کو خراب کرتے ہیں، اس لیے انتہائی مہمل ہے کہ پھر ایسے دراندازوں اور گھس پیٹھیوں کو روکنے کے لیے سرکاری مشینری کیا کررہی ہے؟ آسام کے وزیر اعلیٰ کو شاید بھی پتا نہیں کہ فرقہ پرستی اور جداگانہ سیاست کے خلاف اگر سینہ ٹھوک کر کسی نے زبردست مخالفت کی تو وہ اہل مدارس ہی تھے اور یہ انہیں کا دم خم تھا جس کی بِنا پر آسام اور بنگال میں اتنی بڑی تعداد میں مسلمانوں نے مشرقی پاکستان (اب بنگلہ دیش) کی طرف نقل مکانی نہیں کی۔ یہ علماء ہند کے اکابرین تھے جنہوں نے مسلم لیگ کی علیحدگی پسندی کی مخالفت کی۔ وہ نہ تو زخموں کی تجارت کی اور نہ فرقہ پرستی کی کسی طرح بھی اعانت۔ آسام کے وزیر اعلیٰ جیسے لوگ ایسے ہی محبّ وطن مسلم قائدین کو کمزور کرنا چاہتے ہیں، ناکام بنانا چاہتے ہیں۔

اسی طرح کرناٹک میں جہاں دس مئی کو اسمبلی کے انتخابات ہونے والے ہیں وہاں پر حکمراں جماعت کے نام پر اور بعض نام نہاد ہندوتوا کی حامی تنظیمیں مسلمانوں کے پیچھے ہاتھ دھوکر پڑی ہیں۔ لو جہاد اور لینڈ جہاد کو لے کر فرقے واریت کا ننگا ناچ ناچ رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے پہلے مسلمان بچیوں کے حجاب کو لے کر ایک طوفان کھڑا کردیا تھا کیوں کہ انہیں حجاب سے زیادہ اس بات پر پریشانی تھی کہ مسلمان بچیاں اتنی بڑی تعداد میں اتنے اعتماد سے حصول تعلیم کے لیے کیوں سرگرداں ہیں؟ افسوس یہ ہے کہ یہ سب کچھ ایک ایسے دور میں ہورہا ہے جب ملک کا وزیر اعظم بیٹی بچاؤ بیٹی پڑھاؤ کی پالیسی کو آگے بڑھانے میں لگا ہوا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ٹیپو سلطان، جن کی انگریز دشمنی اور وطن دوستی کی اب تک قسمیں کھائی جاتی تھیں، ان کو بدنام کرنے اور ان کی حب الوطنی کے جذبے پر کالکھ پوتنے کی عجیب و غریب کوششیں کی جارہی ہیں۔

یہ کرناٹک ہی ہے جس میں کبھی کے۔ رحمٰن خاں صاحب جیسے صاحب فراست، مدبر اور رہنما نے ریاستی اقلیتی کمیشن کے چیئرمین کی حیثیت سے سائنسی طرز پر سروے کراکر مسلمانوں کے لیے پسماندگی کی بنیاد پر چار فیصد ریزرویشن منظور کرایا تھا لیکن اب اسے بھی ختم کردیا گیا۔ یہاں یہ بات دلچسپ بھی ہے اور قابل غور بھی کہ موجودہ بومئی حکومت بی جے پی کی پہلی سرکار نہیں تھی بلکہ اس سے پہلے بھی بی جے پی کی حکومتیں رہ چکی ہیں لیکن اس وقت یہ خیال کسی کو نہیں آیا کہ مذہب کی بنیاد پر یہ ریزرویشن کیوں دیا جارہا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ ریزرویشن مذہب کی بنیاد پر تھا ہی نہیں، بلکہ تعلیمی، معاشی اور سماجی پسماندگی کی بنیاد پر دیا گیا تھا۔ ویسے بھی مذہب کے نام پر ہی ریزرویشن کا سارا کھیل ہورہا ہے۔ اگر ایک ایس سی، ایس ٹی یا پسماندہ طبقے سے تعلق رکھنے والا ہندو، مسلمان یا عیسائی ہوجاتا ہے تو اس کو اس ریزرویشن سے محروم کردیا جاتا ہے کیوں کہ اس نے اپنا مذہب بدل لیا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس نے اپنا مذہب بدلا ہوتا ہے اپنی ذات نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ریزرویشن کا سارا کھیل مذہب کے نام پر ہی ہورہا ہے اور مسلمانوں و عیسائیوں کے اس سے محروم رکھنے کے لیے یہ عذرِ لنگ پیش کیا جاتا رہا ہے۔ پھر یہ سب کچھ ایسے وقت میں ہوا ہے جب وزیر اعظم شری نریندر مودی اپنی پارٹی کے رہنماؤں اور کارکنوں کو پسماندہ مسلمانوں سے قریب ہونے اور انہیں اپنی جماعت کے قریب لانے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ پتا نہیں یہ کون سی منطق ہے کہ ایک طرف پسماندہ مسلمانوں کو اپنے قریب بھی لاؤ اور پسماندگی کی بنیاد پر ان کو ملنے والی سہولتوں کو بھی ان سے چھین لو، ہندوستان جو کہ تہوار، جلسے جلوس اور میلوں ٹھیلوں کا ملک ہے وہاں پر اب نہ جانے کس کی نظر لگ گئی ہے کہ کوئی خوشی کا موقعہ ایسا نہیں جاتا جب تناؤ نہ پیدا ہوتا ہو اور تشدد کے واقعات پیش نہ آتے ہوں۔ اس لیے جو کچھ اس رام نومی کے موقعے پر مختلف جگہوں پر پیش آیا وہ انتہائی افسوس ناک بھی ہے اور تکلیف دہ بھی۔ جو بھی تشدد کے واقعات ہوئے اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ اپنے مذہب کی بالاتری جتانے کے لیے دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کو نفرت و حقارت کا نشانہ بنانا، رام کی مریادا کے سراسر خلاف ہے اور نظم و ضبط کے نفاذ کی ذمہ دار ایجنسیوں کو انتہائی ایمانداری سے کام لیتے ہوئے اس صورتحال سے نمٹنا چاہیے۔

اسی طرح مدھیہ پردیش میں بھی کھنڈوا ہو یا کوئی اور جگہ، سرکاری سرپرستی میں مسلمانوں کو سب و شتم کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور بعض دوسری ریاستوں میں بھی مسلمانوں کو بہانے بہانے سے اشتعال دلانے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ جیسے کہ نماز پڑھنے پر اعتراض کیا جاتا ہے، مسلم اکثریتی علاقوں میں بھی مرغ کے گوشت کے کاروبار کو جھوٹ موٹ کے سرکاری احکامات کا حوالہ دے کر پولیس کی مدد سے روکا جاتا ہے اور ایسا کہیں اور تو کیا خود مرکزی سرکار کی ناک کے نیچے دلّی میں ایسا کیا گیا۔ اس میں افسوس کی بات یہ ہے کہ پولیس کے بعض لوگ اس طرح کی بے بنیاد شر پسندانہ کوششوں میں ہاتھ بنٹاتے دیکھے جاتے ہیں۔

یہی وہ ساری وجوہات ہیں جن کی بنا پر نہ صرف آر ایف نریمن کو مذکورہ بالا بیان دینا پڑا اور اتنا ہی نہیں اس ساری صورت حال سے دکھی ہوکر جناب نجیب جنگ، جناب ایس وائی قریشی، لیفٹننٹ جنرل ضمیر الدین شاہ، جناب شاہد صدیقی اور جناب سعید شیروانی نے آر ایس ایس کے سربراہ کو ایک خط بھیج دیا کہ اس صورت حال کے خلاف انہیں خود بھی مداخلت کرنی چاہیے اور مرکزی حکومت کو بھی اس کے لیے توجہ دلانی چاہیے ورنہ ایک دوسرے کے خلاف یہ صورت حال کسی بامعنی گفتگو کو لاحاصل بنائے رکھے گی۔ ہم پھر اپنی اس پرانی بات کو دوہرائیں گے کہ مسلمانوں کی مقتدر جماعتوں کے رہنماؤں کو وزیر اعظم کو اس سلسلے میں توجہ دلانی چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو ایک بامقصد اور بامعنی گفتگو کا آغاز کرنا چاہیے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ سوال صرف مسلمانوں کو بچانے کا نہیں بلکہ ہندوستان کو محفوظ رکھنے کا ہے۔ ہندوستان کو وشوگرو اس وقت تک نہیں بنایا جاسکتا جب تک کہ یہاں کے سارے بسنے والے اس کارِ خیر میں پوری طرح شریک نہ ہوں۔

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔ **رابطہ اور واٹس ایپ نمبر 9576507798**

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168,Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ **www.imaratshariah.com** پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ (**محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب**)

WEEK ENDING-08/05/2023, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب — قیمت فی شمارہ -/8 روپے — ششماہی -/250 روپے — سالانہ -/400 روپے